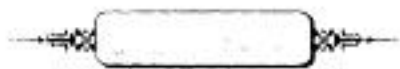
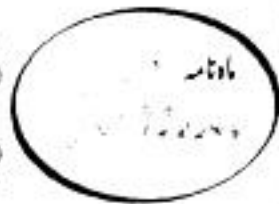
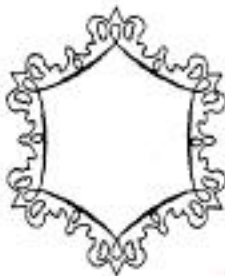




**PDFBOOKSFREE.PK**



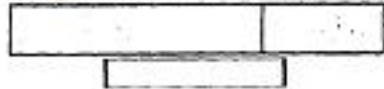
یادگار :



- نیلے فون
- ایکسٹینشن
- نیلے فون
- ایکسٹینشن
- ایکسٹینشن
- ایکسٹینشن
- ایکسٹینشن
- ایکسٹینشن
- ایکسٹینشن
- ایکسٹینشن

"اگ خانے کے لئے قاعدوں کی جگہ سے آئندہ ہمدردی ہال کی قیمت صرف  
بک ڈرافٹ یا کسی آزاد کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی۔ VIP بھیہ نہیں ہے۔"

سید راشد پشترے اس پر غور کر رہی تھیں۔ ان کے پاس ایک ادارہ مسطحات ہمدردی تھا۔ ان کے پاس ایک ادارہ مسطحات ہمدردی تھا۔



بعد روئیاں اپنی کتاب ۲۰۱۰ء میں اس شاعر سے مل گیا کیا ہے؟

جاگو جگاؤ شہید حکیم محمد سعید

پہلی بات مسعود احمد برکاتی

روشن خیالات نغمے گلشن

وعا (لظم) محمد شائق حسین قادری

علامہ اقبال (لظم) احمد ہمدانی

علامہ سے وعدہ عبداللہ ادیب

کتاب سے پیار (لظم) ضیاء الحسن ضیاء

علم در پیچے نکندہاں نوہال

ہنسی گھر نغمے مزاح نگار

نوہال مصور نغمے آرٹسٹ

تصویر خانہ ادارہ

ترانہ (لظم) محمد شفیق اعوان

ہنڈکھیا ذائقہ پسند نوہال

فنون شمس

۲۰۱۰ء

۲

۱۰۱۱

۱۰۱۱

۱۰۱۱

۱۰۱۱

۱۰۱۱

۱۰۱۱

۱۰۱۱

۱۰۱۱

۱۰۱۱

۱۰۱۱

۱۰۱۱

بڑھیا کا انصاف

۶۵

۶۶

۶۷

۶۸

شیر کا خواب

۹۱

۱۰۰

۱۰۱

۱۰۲

۱۰۵

بلا عنوان انعامی کہانی

۱۰۹

۱۱۳

۱۱۷

۱۲۰



بسم الله الرحمن الرحيم

## نوناہوں کے دوست اور ہمدرد شہید حکیم محمد سعید کی یاد رہنے والی باتیں

علم حاصل کرنے کے دنیا میں تو بہت سے فائدے ہوتے ہی ہیں، علم کے دینی فائدے اور فضیلت بھی کم نہیں ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اللہ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجات بڑھاتا ہے“ (المجادلہ ۱۱) اس آیت میں ایمان والوں کے ساتھ ہی علم والوں کا ذکر ہے۔ گو یا اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ علم کی اہمیت بھی بتا دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی:

”آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما دیجیے۔“ (جلد ۱۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”علم حاصل کرو، اس لیے کہ جو شخص علم حاصل کرتا ہے، وہ اللہ کے راستے میں نیکی کرتا ہے۔ جو شخص علم کا ترکہ کرتا ہے، وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ جو شخص علم کی جستجو کرتا ہے، وہ اللہ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور جو شخص علم کو پھیلاتا ہے۔ وہ صدقہ دیتا ہے۔“

نوناہوں اس سے زیادہ علم کی اہمیت بتانے کی ضرورت نہیں، لیکن ایک بات اپنے ذہن میں صاف کرلو۔ علم حاصل کرنے کا مطلب صرف امتحان پاس کرنا نہیں ہے کہ کتاب رٹ کر یا امتحان میں نقل کر کے پاس ہو جاؤ اور یہ سمجھو کہ تم نے علم حاصل کر لیا ہے۔ کسی غلط طریقے سے امتحان پاس کرنے کے باوجود تم علم سے کورے ہو۔ حصص معلومات نہ ہوں اور انسان میں علم سے جو سمجھ، عقل اور تہذیب پیدا ہوتی ہے، وہ تم میں پیدا نہ ہو تو گویا تم نے علم حاصل نہیں کیا، اس لیے ضروری ہے کہ تم شوق سے پڑھو۔ اپنے ذہن میں معلومات بٹھاؤ، کتاب سے محبت پیدا کرو، استاد کی عزت کرو۔

(ہمدرد نوناہ نمبر ۱۹۹۸ء سے لیا گیا)

اس مہینے کا خیال

خوش مزاجی سے

بڑھاپا دور رہتا ہے۔

مسعود احمد برکاتی

اپریل ۲۰۱۵ء کا شمار دوستوں کی خدمت میں پیش ہے۔ اس مہینے کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ اس مہینے میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی وفات ہوئی تھی۔ علامہ اقبال کئی لحاظ سے قوم کے محسن ہیں۔ انھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے آزاد ملک کی تجویز پیش کی اور اردو شاعری کو نئی توانائی دی۔ سرسید بھی مسلمانوں کی تاریخ میں ایک بہت بڑا اور اہم نام ہے۔ سرسید نے وقت کی آواز سنی اور قوم کو نئے حالات کو سمجھنے اور ان کا مقابلہ کرنے کا درس دیا۔ انھوں نے انگریزی سیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اس سلسلے میں مخالفتوں کا بھی مقابلہ کیا۔ یہ دونوں شخصیتیں ہماری محسن ہیں۔

ہمارا پاکستان بھی اس وقت بہت سی الجھنوں میں ہے۔ ہمارے رہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ وقت کی اہم ترین ضرورت کو سمجھ کر عوام کو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کریں۔ آپس کے اختلاف کو نبھلا کر ملک کو ترقی کی شاہ راہ پر گامزن کریں۔

ہماری کوشش رہی ہے کہ ہمدردی و نہال کو ہر مہینے وقت کی باندھی اور باقاعدگی سے شائع کریں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اب تک اس میں کام یا پائی ہوئی ہے اور نو تنہالوں کا تعاون اور بزرگوں کی بہت افزائی جاری رہی تو ان شاء اللہ آئندہ بھی آپ کا پیارا رسالہ اسی طرح شائع ہوتا رہے گا۔ آپ کے لیے علم کی نئی راہیں کھول رہے گا۔

اب مجھے اجازت دیجیے، مکی کا شمارہ تیار کرنے کے علاوہ خاص نمبر کی تیاری بھی کرنی ہے۔ خدا حافظ۔

☆☆☆



فہم مجھ میں

فہم مجھ میں

ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا  
میں کرنے کے لیے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایسی تجربہ گاہ  
میں کرنا چاہتے تھے، جہاں ہم اسلام کے اصولوں  
کو آزمائیں۔

مرسلہ : کوئل قاطر اللہ بخش، لیاری ٹاؤن، کراچی

خدا

آدمی جتنا زیادہ بڑا ہے، اتنا ہی وہ کم مصلحتی  
سائے آتی ہے۔

مرسلہ : بیگم بہار، مکران، بلوچستان

خدا

مصرات آدمی کے پاس آسویہا نے کا وقت  
نہیں ہوتا۔

مرسلہ : فرخ خان، کراچی

خدا

دنیا کا کوئی شخص جاہل نہیں۔ ہر شخص سے کچھ نہ  
کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔

مرسلہ : عریضہ حبیب الرحمن، کراچی

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے، جس نے  
قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔

مرسلہ : ایمان شاہ، جہلم

خدا

انسان کو اچھی سوچ پر بھی انجام ہوتا ہے، کیوں کہ  
سوچ میں دکھاوا نہیں ہوتا۔

مرسلہ : نضیب ناصر، فیض آباد

خدا

جو فاطمی نہ کرے وہ فرشتہ، جو فاطمی پڑے وہ  
شیطان، جو فاطمی کہے تو کہے وہ انسان اور جو تو یہ  
پر قائم ہو جائے وہ اللہ کا وہ بندہ بن جاتا ہے۔

مرسلہ : ٹاڈیہ اقبال، لاٹھی، کراچی

خدا

جاہلوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب ان کی کوئی  
بات دلیل سے ثابت نہ ہو تو بخیر شروع  
کر دیتے ہیں۔

مرسلہ : اویس علی، کورنگی، کراچی

دلا دے گناہوں سے نفرت الہی!  
 بدل دے بُری میری خصلت الہی!  
 چھڑا دے گناہوں کی عادت الہی!  
 بُرائی سے ہر دم بچا میرے مولا!  
 کروں تیری ہر دم اطاعت الہی!  
 چھڑا دے گناہوں کی عادت الہی!  
 بچا راہِ شیطان سے مجھ کو ہمیشہ  
 رہ نیک کر دے عنایت الہی!  
 چھڑا دے گناہوں کی عادت الہی!  
 اندھیرا ہمارے دلوں سے مٹا کر  
 جلا اس میں شمعِ محبت الہی!  
 چھڑا دے گناہوں کی عادت الہی!  
 مرے دل سے دنیا کی خواہش مٹا دے  
 عطا کر مجھے اپنی اُلفت الہی!  
 چھڑا دے گناہوں کی عادت الہی!  
 پھنسا ہے محبت میں دنیا کی مشتاق  
 ہٹا اس کے سر سے یہ آفت الہی!  
 چھڑا دے گناہوں کی عادت الہی!



ہے بے شک آدمی نائبِ خدا کا مگر ہر سو جہاں میں ہے یہ رسوا

وجہ رسوائی کی اس کے سوا کیا کہ اپنے آپ کو اس نے نہ جانا

مگر اقبال نے آخر بتایا سبھی کچھ بھی انساں نے ہے پایا

خودی کا راستہ اس نے دکھایا محبت کا قرینہ بھی سکھایا

کہا اقبال کا جب ہم نے مانا تو جلتی دھوپ میں دیکھا ہے سایا

یہ اپنا ملک پاکستان اپنا ہے اس کی فکرِ عالی ہی کا حصہ

اسی کے شوق کی تفسیر ہے یہ اسی کے خواب کی تعبیر ہے یہ

محبت پہ ربا ایمان اس کا

ہے پوری قوم پہ احسان اس کا

عبداللہ ادیب

اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ سر سلیم اسے ڈانٹ رہے تھے۔

”آخر کب سمجھو گے تم؟ اب تم کوئی بچے نہیں رہے، آغویں جماعت میں پڑھ

رہے ہو۔ میں تو جگ آ گیا ہوں تم سے۔ پڑھتے نہیں تو اسکول کس لیے آتے ہو؟“

اس کا سر شرم سے جھکا ہوا تھا۔ سر سلیم نے پھر کہا: ”چلو جاؤ یہاں سے۔ اگر آئندہ

ٹیسٹ میں تمہارے نمبر کم آئے تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ سمجھے؟“

پھر وہ تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”امجد! میں نے تمہیں کس ہی سمجھایا تھا کہ سبق یاد کر کے آنا، لیکن تم نہتے ہی نہیں۔

ڈانٹ پڑ گئی نا بھری کلاس میں!“ خاور کی آواز اس کے دماغ پر ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

اس نے غصے سے سر اٹھا کر خاور کو دیکھا اور کہا: ”یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر روز

ڈانٹ کھانا میرے نصیب میں ہے۔“

”اس میں غلطی تمہاری ہے۔ کیوں سبق یاد نہیں کرتے؟“

”میں کوشش تو کرتا ہوں لیکن.....“

خاور نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: ”اگر تم کوشش اور محنت کرو تو ضرور

کام یاب ہو گے۔“

”میں اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کروں گا۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

چھٹی کی گھنٹی کی آواز سنتے ہی وہ اٹھا، اپنا بیگ اٹھایا اور چل پڑا۔ گھر پہنچتے ہی

اس نے بیگ سونے پر رکھا اور پلنگ پر لیٹ گیا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور امی کمرے میں داخل ہوئیں۔ انھوں نے پوچھا: ”کیا بات ہے بیٹا! تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟“

”امی! سر میں درد ہو رہا ہے۔ آرام کرنا چاہتا ہوں۔“ اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

”کھانا لے آؤں تمھارے لیے؟“ امی نے پوچھا۔

”نہیں امی! مجھے بھوک نہیں۔ لاسٹ منڈ کر دیں۔“ اس نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ سو گیا۔

اسے سوئے ہوئے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے سامنے علامہ اقبال کھڑے تھے، ہمارے قومی شاعر!

”آپ! اس کے منہ سے نکلا۔

”ہاں میں!“ علامہ اقبال نے جواب دیا اور کہا: ”میں ایک خاص مقصد کے لیے یہاں آیا ہوں۔ مجھے تم سے شکایت ہے“ حلیم الامت کے منہ سے یہ الفاظ سن کر اس کا سر شرم سے جھکا جلا گیا۔

”مجھ سے آپ کو شکایت ہے؟“ اس نے سوالیہ نظروں سے علامہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں مجھے تم سے شکایت ہے اور میں تمھیں سمجھانے کے لیے یہاں آیا ہوں۔“ قومی شاعر نے کہا۔

پھر مقلدِ پاکستان نے کہنا شروع کیا: ”آج تک تم نے تعلیم کی قدر نہیں کی اور اس بات کا تم کو احساس بھی نہیں کہ تم کس مقصد کے لیے اسکول جاتے ہو۔ تم تو میرے شاہین

ہو۔ میں نے تو تم سے بہت سی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں، لیکن تم اپنی تعلیم پر توجہ نہیں کرتے۔ ہمیشہ نقل کر کے پاس ہوتے ہو۔ تعلیم کی قدر ان سے پوچھو جو سارا سارا دن گاڑیوں کے نیچے گھسے رہتے ہیں، جن کے ہاتھوں میں قلم کے بجائے اوزار ہیں اور جو اسکول جانا چاہتے ہیں، مگر نہیں جاسکتے۔ وہ مجبور ہو کر محنت مزدوری کرتے ہیں اور ہونٹوں میں کام کرتے ہیں۔ تم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کتنی مشکل اور محنت کے بعد تمہارے والدین پیسے کماتے ہیں، مگر تم نہ صرف ان کے محنت سے کمائے گئے، بے ضائع کر رہے ہو، بلکہ اپنا قیمتی وقت مزید ضائع کر کے اندھیروں میں گم ہو رہے ہو۔

”میں شرمندہ ہوں“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”میرے شاہین! تمہیں اپنا مقام خود بنانا ہے۔ اونچا مقام حاصل کرنے کے لیے تمہیں کوشش اور محنت کرنی چاہیے۔“

”میں اب محنت اور کوشش کروں گا۔ آپ نے میرے دل میں علم کی شمع روشن کی ہے، میں اسے بجھنے نہیں دوں گا۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔“ اس کی آواز کمرے میں گونجی۔

اچانک دو بڑا کراؤ اٹھ بیٹھا۔

”اوہ! تو یہ سب خواب تھا۔“ اس نے خود سے کہا۔

پھر اس نے نظر اٹھا کر سانسے دیوار پر لگی ہوئی علامہ اقبال کی تصویر کو دیکھا اور ایک عزم سے کہا: ”اے عظیم شاعر! آج سے میں اپنی پوری توجہ علم حاصل کرنے پر دوں گا اور اونچا مقام حاصل کرنے کے لیے دن رات محنت کروں گا۔ آپ کو ہرگز مایوس نہ کروں گا، بلکہ اقبال کا حقیقی شاہین بن کر دکھاؤں گا۔“

☆☆☆

## مسعود احمد برکاتی

کوئی چیز جب پرانی ہو جاتی ہے کہ تو دل سے اتر جاتی ہے۔ یا تو ہم اُسے پھینک دیتے ہیں یا یوں ہی بے پروائی سے کہیں ڈال دیتے ہیں۔ یہ بات مادی چیزوں کے بارے میں ہے، لیکن غیر مادی چیزوں مثلاً کسی ہنر یا فن کے لیے بھی یہ بات غلط نہیں ہے۔ بعض چیزیں کارآمد نہیں رہتیں تو لوگ اُن کو بھول جاتے ہیں۔ بعض ہنر بھی کارآمد نہیں رہتے تو لوگ اُن کو سیکھنا چھوڑ دیتے ہیں، لیکن بعض ہنر یا مشغلے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے فائدے باقی رہتے ہیں، پھر بھی لوگ اُن کو بھلا دیے ہیں۔ کون؟ اس لیے کہ وہ فن یا ہنر مفید تو ہیں، لیکن اُن کے بغیر بھی کام چل جاتا ہے۔ ایسی ہی دو پرانی چیزیں کو آج میں یاد دلانا چاہتا ہوں۔

یہ دونوں چیزیں مادی نہیں ہیں، بلکہ ہنر ہیں اور ان کا رواج آج بھی ہے بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ ان دونوں ہنروں نے بڑی ترقی کی ہے اور آلات یا مشینوں سے بھی ان کی ترقی میں مدد ملنے لگی ہے، لیکن میں اُن کو پرانی یا بھولی ہوئی چیزوں میں اس لیے شمار کر رہا ہوں کہ پہلے کی طرح اب ان کا شوق نہیں رہا۔ اب ان ہنروں کو لوگ صرف کمائی کے لیے سیکھتے ہیں، پہلے ان کو ذاتی مشغلے اور ایک ذاتی خوبی کے طور پر بھی سیکھتے تھے۔

خوش نویس، خطاط یا کاتب آج بھی ہیں اور بہت اچھا لکھنے والے ہیں۔ اُن کی قدر بھی بہت ہے اور قیمت بھی، یعنی وہ کما بھی خوب رہے ہیں، لیکن عام پڑھ لکھے آدمی کو اب خوش نویسی یا خوش خطی کا شوق نہیں رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب عام پڑھ لکھے آدمی کا خط اچھا نہیں رہا۔ اب زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ملے گی جن کو بد خط کہا جاسکتا ہے۔ پہلے ہر پڑھا لکھا آدمی نہیں تو اکثر تعلیم یافتہ لوگ خوش خط ہوتے تھے۔ خوش خطی کو خوبی سمجھا جاتا تھا اور یہ لازمی خوبی



تھی۔ جس آدمی کا خط اچھا نہیں ہوتا تھا گویا اُس میں کوئی کمی یا کسر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بدخط آدمی دوسرے کے سامنے شرماتا تھا۔ خوش خطی ایک زیور کی طرح تھی کہ جس کے پاس ہے وہ دولت مند ہے اور خوش قسمت ہے۔

پہلے زمانے میں چھپائی اتنی عام نہیں تھی اور سستی بھی نہیں تھی۔ اس لیے کتابیں مشکل سے ملتی تھیں۔ بہت سے لوگ جن کو ان کی ضرورت کی کتاب میسر نہیں آتی تھی یا وہ اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتے تھے وہ کسی سے کتاب مانگ کر اس کی نقل خود کر لیا کرتے تھے۔ ان کو لکھنے کی مشق بھی ہوتی تھی اور خط بھی اچھا ہوتا تھا۔ اس طرح ان کی مشق اور بڑھ جاتی تھی۔

آج بھی اس مفید مشغلے کو دوبارہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر طالب علم کو اپنی فرصت کا تھوڑا سا وقت خوش خطی کی مشق کرنے کے لیے نکالنا چاہیے۔ یہ ایک ایسا ہنر ہے جس کو سیکھنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے، نقصان کوئی نہیں ہے۔

دوسرے ہنر ”جلد بندی“ کا ہے۔ پرانے زمانے میں ہر پڑھا لکھا آدمی تو نہیں، لیکن اکثر لوگ اپنی کتابوں کی جلدیں خود ہی بنالیا کرتے تھے، ٹوٹی ہوئی جلدوں کی مرمت خود کر لیا کرتے تھے۔ وہ یہ کام کسی اسکول یا ٹریننگ سنٹر میں جا کر نہیں سیکھتے تھے، بلکہ اپنے بڑوں کو دیکھ کر خود بھی ان کی نقل کرنے لگتے تھے اور کرتے کرتے ان کو یہ ہنر خوب آ جاتا تھا۔

اصل میں کتاب کی جلد بنانا کتاب سے محبت کا ایک حصہ ہے۔ جس آدمی کو کتاب سے محبت ہوتی ہے وہ کتاب کو خراب خستہ حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔ کہیں سے ورق پھٹ گیا تو وہ اس پر فوراً چھپی لگا کر اس کو زیادہ پھٹنے سے بچانا چاہتا ہے۔ یہی چاہت اس کو کسی نہ کسی درجے میں ”جلد بندی“ کا ہنر سکھا دیتی ہے اور وہ اپنی کتابوں کی جلدیں بنا بنا کر ان کی عمریں بڑھا لیتا ہے۔ جلد کتاب کا لباس ہے۔ جس طرح لباس انسان کو موسم سے محفوظ رکھتا ہے، اسی طرح جلد کتاب

کی حفاظت کرتی ہے۔ آج کل جلد اتنی مہنگی بنے لگی ہے کہ اکثر جلد بنوانے کی ہمت نہیں رہتی۔ اگر نو نہال مشغلے کے طور پر ”جلد بندی“ سیکھ لیں تو ان کو ایک مفید ہنر آ جائے گا۔ وہ اپنی کتابوں کی جلدیں بنانے کے علاوہ فرصت کے وقت میں دوسروں کی جلدیں بنا کر کچھ کمابھی سکتے ہیں۔ یہ دونوں ہنر نہایت مفید، شریفانہ اور باعزت ہنر ہیں۔ اگر نو نہال روزانہ نہیں تو دوسرے تیسرے دن ہی کچھ وقت ان کو سیکھنے میں صرف کیا کریں تو کچھ عرصے میں ان کو خاصی آسانی اور مہارت ہو جائے گی اور ان کی خوبیوں میں اضافہ ہو جائے گا۔

☆

## سال بھر کا انتظار ختم ہونے والا ہے

ان شاء اللہ جون ۲۰۱۵ء میں شائع ہو رہا ہے۔

☆ انوکھی، حیرت انگیز، سنسنی خیز، چمپٹی اور جادو کی کہانیاں

☆ تاریخی، سائنسی، معلوماتی، مزاحیہ اور اخلاقی تحریروں

☆ شہید حکیم محمد سعید کی یاد رکھنے والی باتیں

☆ محترمہ سعدیہ راشد کی ایک خصوصی تحریر

☆ مسعود احمد برکاتی کی نئی اور کام آنے والی باتیں

☆ اشتیاق احمد کا ایک خوب صورت عمل نامہ

☆ آج کل انعامی سلسلے، مزے دار لطیفے، کارٹون، نظمیں

☆ طالب نمبر کے ساتھ ایک خاص تحفہ ہوگا

☆ صفحات زیادہ..... قیمت زیادہ نہیں

☆ ہر ایک اس سال پر دستیاب ہوگا۔

## شیر کا خواب

محمد اقبال ص ۱۵

جنگل کا بادشاہ شیر یوں تو نہایت طاقت ور اور خوشنور جانور تھا، مگر کچھ دنوں سے پریشانی اس کے چہرے پر صاف ظاہر ہو رہی تھی۔ لومڑی اس کی خاص رازدار تھی۔ آخر اس نے پوچھ ہی لیا: ”حضور والا! اگر طبیعت پر تراں نہ ہو تو ایک سوال پوچھ سکتی ہوں؟“

شیر نے جواب دیا: ”ہاں پوچھ سکتی ہو۔“

وہ بولی: ”میں کچھ دنوں سے محسوس کر رہی ہوں کہ کسی بات سے آپ ضرور پریشان ہیں، کیا بات ہے؟ مجھے بتائیے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے کوئی کام آ سکوں یا پھر آپ کے دل پر جو بوجھ ہے، وہ کم ہو جائے گا۔“

شیر بادشاہ بولا: ”ہاں پریشان تو ہم ضرور ہیں۔ دراصل کچھ دنوں سے ہمیں ایک ہی خواب بار بار دکھائی دے رہا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم پریشان ہیں۔“

”خواب کیسا خواب! کیا آپ مجھے بتانا پسند فرمائیں گے۔“

”ہاں حضور، ہم خواب میں ایک دوسرا شیر دیکھتے ہیں جو نہ جانے کہاں سے ہمارے جنگل میں آ جاتا ہے اور اس کا ہم سے آ منا سامنا ہوتا ہے تو وہ ہم پر چھلانگ لگاتا ہے۔ بس ہمیں اتنا ہی دکھائی دیتا ہے اور ہماری آنکھ کھل جاتی ہے۔ ہمیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ ہم کو ختم کرنے خود اس جنگل پر راج کرنا چاہتا ہے۔ وہ شیر ہم سے جوان اور طاقت ور دکھائی دیتا ہے۔ بس اسی بات کی پریشانی لاحق ہے۔“

لومڑی شیر کا خواب سن کر بولی: ”حضور والا! آپ کیوں خواہ مخواہ اُن دیکھے اندیشوں سے پریشان ہیں۔ آپ اس جنگل کے بادشاہ ہیں اور آپ کا اقتدار آپ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ بہر حال میں احتیاط کے طور پر تیز لگا ہیں رکھنے والے عقاب سے کہہ دوں گی کہ اگر وہ کسی اجنبی شیر یا کسی اور خوشنور اور دندے کو دیکھے تو وہ فوراً ہمیں مطلع کرے، تاکہ ہم فوراً اس کا کوئی مناسب بندوبست کر سکیں۔“

شیر بولا: "یہ بات تم نے خوب کہی، ہم تمہاری بات سے متفق ہیں۔"

لومڑی فوراً عقاب کی تلاش میں ایک طرف کوچل دی۔ جلد ہی اسے عقاب مل گیا۔ اس نے عقاب کو کام سمجھایا۔ عقاب فوراً ایک اونچے ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر لومڑی نے اپنے گھر کی راہ لی۔ ابھی اس واقعے کو کچھ دن ہی گزرے تھے کہ ایک دن اچانک فضا میں عقاب کی چیخیں بلند ہوئیں۔ عقاب کی آواز سن کر لومڑی فوراً شیر کے غار کی طرف لگی۔ عقاب کی آواز پر شیر بھی اپنی کچھار سے باہر آ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں عقاب شیر کی کچھار پر اتر آیا۔ لومڑی بولی: "اے تیز نگاہ رکھنے والے! کیا خبر لائے ہو؟"

شیر بھی بے چینی کے عالم میں بولا: "ہاں جلدی بتاؤ، کیا خبر لائے ہو؟"

وہ بولا: "حضور والا! میں نے ایک اجنبی شیر کو جنگل کی حدود میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔" شیر بولا: "دیکھا میرا خواب سچ ثابت ہو رہا ہے۔" وہ بے چینی کے عالم میں ٹپکنے لگا۔ پھر اس نے لومڑی سے کہا: "سنو! فوراً جاؤ اور اس کی حرکات و سکنات پر نظر رکھو۔ اور ہر پل کی خبر سے مجھے مطلع کرو۔"

"جو حکم آپ کا۔" یہ کہہ کر لومڑی عقاب کی بتائی ہوئی راہ پر چل پڑی، جب کہ شیر کے چہرے پر بے یقینی کا صاف عیاں تھیں۔

کچھ ہی گھنٹوں بعد لومڑی دوبارہ شیر کے سامنے تھی۔ شیر بولا: "جلدی بتاؤ کیا خبر لائی ہو؟" لومڑی بولی: "حضور والا! میں کافی دیر تک اس کی ٹوہ میں لگی رہی تھی۔ وہ کافی دیر تک اس جگہ ادھر سے ادھر کچھ تلاش کرنے لگا۔ پھر وہ درخت کے پاس ہی ٹھہر گیا اور اب وہ وہیں پڑ رہا ہے جہاں کرینڈ گیا ہے۔" یہ سن کر شیر اچھل پڑا اور بولا: "یہ تو ہماری پرانی کچھار ہے۔ دیکھا! اس نے کسی طرح معلوم کر لیا ہوگا کہ یہ ہمارا پرانا ٹھکانا ہے تو اس نے وہاں پر قبضہ کر لیا۔ وہ وہاں بیٹھ کر پورے جنگل پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھے گا، مگر ہم بھی اس کا یہ خواب کبھی سچا نہ ہونے دیں گے۔" پھر وہ کچھ دیر





سوچتے ہوئے بولا: ”تم فوراً ہمارے جانثاروں کی فوج تیار کر کے ہمارے حضور پیش کرو۔ پھر تم گے کالاکھ عمل بتائیں گے۔“

پین کرلومزی فوراً وہاں سے چل پڑی۔ کچھ ہی دیر بعد لومزی خونخوار درندوں کی فوج بنا کر بادشاہ کے دربار و حاضر ہوئی۔ شیر فوج سے مخاطب ہوا: ”اے میرے جانناز سائید! ایک اضفی شیر ہماری ریاست میں نہ جانے کہاں سے گھس آیا ہے۔ اس کے ارادے ہمیں اچھے دکھائی نہیں دیتے۔ وہ ہمیں ختم کر کے خود اس جنگل پر راج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، کیوں کہ اس قسم کا خواب ہم کچھ دنوں سے دیکھ رہے ہیں۔“

ایک درندہ بولا: ”آپ ہمیں علم دیں، ہم ابھی جا کر اس کو چیز پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔“  
شیر بولا: ”نہیں ایسے نہیں، پہلے ہم خود اس سے بات کریں گے۔ تم سب لوگ قریب ہی جھاز یوں میں چھپے رہنا اور پھر جب کوئی خطرہ دیکھو تو فوراً چاروں طرف سے اس پر حملہ کر دینا۔“  
پین کرلومزی نے ہاں میں سر ہلایا۔



تھوڑی دیر میں شیر اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے روانہ ہوا۔ اس مقام پر پہنچ کر شیر کے سارے ساتھی چاروں طرف درختوں کے چپچپے میں چھپ گئے۔

اب دونوں شیر آمنے سامنے تھے۔ شیر اس سے مخاطب ہوا: ”اے انجہی! میں جانتا ہوں، تم کس مقصد کے تحت اس جنگل میں آئے ہو، مگر خوب جان رکھو تم اپنے ناپاک ارادوں میں کبھی کامیاب نہ ہو پاؤ گے۔“

وہ مسکراتے ہوئے بولا: ”نہیں تم جانچ نہیں جانتے کہ میں کس مقصد کے تحت یہاں آیا ہوں۔“  
 ”ہمیں خبر ہے۔ تم ہمیں ہلاک کر کے خود اس جنگل پر راج کرنا چاہتے ہو۔ پہلے تم نے ہماری پرانی کچھار پر قبضہ کیا اور اب جنگل پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔“

یہ سن کر نیا شیر چونکا: ”کیا کہا، یہ تمہاری پرانی کچھار ہے؟“  
 ”ہاں! آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ ہماری پرانی کچھار پر ڈیرا بٹائے اور تم نے آتے ہی اس پر قبضہ کر لیا۔“

وہ بولا: ”اس کا مطلب ہے کہ تم شیر ہو۔“  
 ”شیر! میرا یہ نام تم کیسے جانتے ہو؟ جب کہ میرے اس نام سے تو کوئی بھی واقف نہیں ہے؟“  
 وہ بولا: ”تمہارا ایک چھوٹا بھائی بھی تھا جسے تم چھوٹو کہہ کے مخاطب کرتے تھے۔ ہم دونوں اس درخت کے نیچے رہتے اور کھیلتے رہتے تھے، پھر ایک دن کچھ شکاری تمہارے چھوٹو کو اٹھا کر لے گئے۔ وہ چھوٹو میں ہوں۔“

”کیا؟“ شیر چیخا، ”ہاں! آج میں کتنا خوش ہوں کہ مجھے میرا چھڑا بھائی مل گیا۔ میرے بھائی! میں بڑی مشکلوں سے ان شکاریوں کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہوا اور سیدھا اس جنگل میں آ گیا۔ اپنی پرانی کچھار پہنچ کر مجھے یقین تھا کہ تم مجھے ضرور ملو گے۔ آؤ میرے بھائی! میرے گلے لگ جاؤ۔“ یہ کہہ کر وہ تیزی کے ساتھ اپنے بھائی سے گلے ملنے کے لیے لپکا۔ ادھر شیر



کے ساتھی یہ سمجھے کہ اس نے بادشاہ پر حملہ کر دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ انھیں حقیقت پتا چلتی، انھوں نے چاروں طرف سے اس پر حملہ کر دیا۔ حملہ اتنا شدید اور اچانک تھا کہ وہ لوہان ہو گیا۔

بادشاہ یہ دیکھ کر ہلکا ہوا: ”ظالم وارک جاؤ یہ میرا بھائی ہے۔“

نیا شیر بہت زخمی ہو چکا تھا۔ بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس نے خواب میں سچ دیکھا تھا کہ ایک شیر اس کی جانب تیزی سے بڑھ رہا ہے، مگر اس نے خواب کا ناکام مطلب سمجھا کہ وہ اسے مارنے کے لیے بڑھ رہا ہے۔ جب کہ وہ تو اسے گلے لگانے کے لیے بڑھا تھا۔ بہت دنوں کے بعد جب اس کا بھائی مکمل صحت یاب ہو گیا تو شیر بادشاہ نے جنگل میں بہت بڑے جشن کا اہتمام کیا اور جب وہ اپنے بھائی کو جنگل کا بادشاہ بنانے کا اعلان کرنے لگا تو اس نے بادشاہ بننے سے انکار کرتے ہوئے کہا: ”میں یہاں بادشاہ بننے نہیں آیا تھا میرے بھائی! تمہاری محبت میرے لیے بادشاہت سے بڑھ کر ہے۔“ ☆

# پیشکش بیریں بریک

ماؤں کا آزمودہ... بچوں کا پسندیدہ



# فرض ناشناس

جاوید بسام



آجست کا ایک ابر آلود دن تھا۔ میاں بلائی کو چوان، تھانے میں پریشان بیٹھا تھا۔ تھانے دار غصے سے کہہ رہا تھا: ”میاں کو چوان! ۹ تاریخ کی دوپہر کو تم نے لیک ویو کے علاقے سے کچھ سامان اٹھایا تھا؟“

”جی ہاں۔“ بلائی بولا۔

”وہ کیا چیز تھی؟“ تھانے دار نے پوچھا۔

”کوئی میز یا اس قسم کی کوئی چیز تھی۔ اس پر کپڑا ڈھکا ہوا تھا۔“ بلائی بولا۔

”وہ ایک پیانو تھا۔“ تھانے دار گرج کر بولا: ”ایک قیمتی پیانو جس پر مشہور



موسیقار ”بھون“ نے اپنی مشہور ترین دھنیں تخلیق کی تھیں۔ وہ چارلس خاندان کی ملکیت تھا۔ چوروں نے اسے وہاں سے چرایا اور تمھاری گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔“

”اچھا، وہ چور تھے؟“ بلاتی تعجب سے بولا۔

”ہاں وہ چور تھے اور تم نے ان کی مدد کی۔“ تھانے دار نے کہا۔

”لیکن گھر کا تالا تو انھوں نے چابی سے کھولا تھا۔“ بلاتی گھبرا کر بولا۔

”تمہیں پتا ہے اس بیان کی کیا قیمت ہے؟“ تھانے دار نے پوچھا۔

بلاتی نے نفی میں سر ہلایا۔

”ایک لاکھ ڈالر۔“ تھانے دار بولا۔

”چلیں میں آپ کو ان کے گھر لے چلتا ہوں۔“ بلاتی بولا۔

”ہاں وہاں تو ہمیں جانا ہی ہوگا۔“ تھانے دار اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ پولیس دین میں وہاں پہنچے۔ بلاتی نے آنسوؤں شاہراہ پر ایک بچے کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا پھانک کھلا ہوا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئے۔ بلاتی بولا: ”میں نے پیانو اتار کر یہاں رکھ دیا تھا، پھر اجرت لے کر رخصت ہو گیا۔“

تھانے دار زمین کا جائزہ لینے لگا۔ بلاتی نے گھر پر نظر دوڑائی، ایسا لگتا تھا وہاں کوئی موجود نہیں۔ پھر اس کی نظر ایک پرانے بورڈ پر پڑی جس پر ”برائے فروخت“ لکھا تھا۔ اس کے منہ سے ایک گہری سانس نکل گئی۔ تھانے دار نے بھی بورڈ دیکھ لیا۔ وہ بولا: ”خوب! وہ لوگ اتنے بے وقوف نہیں تھے۔ انھوں نے پیانو یہاں اتارا اور جب تم چلے گئے تو اسے کہیں اور لے گئے۔“





”میرا خیال ہے وہ تو جی کسی گھر میں گئے ہوں گے۔“ بلاقی بولا۔

”اپنا خیال اپنے پاس رکھو، ہم بغیر ثبوت کے کسی کے گھر کی تلاشی نہیں

کے سکتے۔“ تھانے دار گرج کر بولا۔

وہ واپس روانہ ہو گئے۔ تھانے پہنچ کر بلاقی کا بیان لیا گیا۔ بلاقی نے

بتایا: ”وہ دو آدمی تھے۔ ایک ادھیڑ عمر کا گنجا تھا۔ اس کے گال پر مونابیل تھا، جب کہ

دوسرا ایک نوجوان تھا۔“

تھانے دار بولا: ”ہم تفتیش شروع کر رہے ہیں۔ تم ایک بجے تک قصبے سے

باہر نہیں جا سکتے۔“

بلاقی پریشانی سے بولا: ”میری آج ہی ایک کسان سے بات ہوئی ہے۔ اسے

آلو کی بوریاں شمالی قصبے بھیجنی ہیں۔“

# IBB

*The preferred brand of Winners.*



Girls

Boys

**ENGLISH**

”نہیں، تم قصبے سے قدم باہر نہیں نکال سکتے۔ یہ میرا حکم ہے۔ اب یہاں سے جا سکتے ہو۔“ تھانے دار نے حکم دیا۔

بلاقی خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ اس کے دوستوں نے جب پابندی کا سنا تو کہنے لگے کہ وہ اپنا کام کرتا رہے، تھانے دار کو پتا نہیں چلے گا، لیکن بلاقی نے کہا کہ وہ قانون کی ہمیشہ پابندی کرتا رہا ہے۔

ایک ہفتے بعد وہ تھانے پہنچا، اسے دیکھ کر تھانے دار کا منہ بن گیا۔ بلاقی بولا: ”جناب! آپ کی تفتیش کہاں تک پہنچی؟“

تھانے دار رعب دار لہجے میں بولا: ”ہم اس پر کام کر رہے ہیں۔ قصبے کا سالانہ میلا بھی شروع ہونے والا ہے، ہمیں اس کے بھی انتظامات کرنے ہیں۔“

”آپ نے ان لوگوں کے بارے میں کیا پتہ چلا؟“ بلاقی بولا۔

”سراغ رسا بننے کی ضرورت نہیں، ہم جانتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔“

تھانے دار غصے سے بولا۔

بلاقی نے کہا: ”ٹھیک ہے، آپ کا جودل چاہے کریں آج میری پابندی ختم ہو گئی۔“

”ہرگز نہیں، تم پر ایک ہفتے کی اور پابندی لگائی جا رہی ہے۔“ تھانے دار گرجا۔

”یہ تو زیادتی ہے، مجھے بتائیں آپ نے پورے ہفتے کیا کام کیا ہے؟“ بلاقی

غصے سے بولا۔

”یہ ہم نہیں بتا سکتے۔ تم کو چوان ہو، کیچوان ہی رہو اور اب چلتے پھرتے

نظر آؤ۔“ بلاقی مایوسی سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

بازار میں کسی نے اسے بتایا کہ نیا تھانے دار ششی کے مقابلے دیکھنے کا بہت شوقین ہے۔ وہ میلے میں ہونے والے مقابلوں کی تیاری کر رہا ہے۔ آج کل اس کا زیادہ وقت اکھاڑے میں گزرتا ہے۔ باقی سوچ میں گم آگئے بڑھ گیا۔ کچھ دور چل کر اسے اپنا مصور دوست راجر، اسٹول پر بیٹھا نظر آیا۔ باقی کو دیکھ کر وہ چکا: ”آؤ میاں باقی! آؤ تمہیں بھی اپنی تصویر بنوانے کا خیال آتی گیا۔“

وہ کئی دفعہ باقی سے تصویر بنوانے کا کہہ چکا تھا۔ باقی چمکی سی ہنسی ہنس کر بولا: ”نہیں میں کسی اور کام سے آیا ہوں۔ مجھے دو لوگوں کے خاکے بنوانے ہیں۔“ جب خاکے بن گئے تو راجر نے پوچھا: ”یہ کون ہیں؟ تم پریشان نظر آ رہے ہو؟“ ”یہ چور ہیں۔ ان کی وجہ سے مجھے پر قصبے سے باہر جانے کی پابندی لگ گئی ہے۔“ باقی بولا۔

”تم بیچ صاحب کے پاس جاؤ، وہ تمہیں جانتے ہیں، ضرور مدد کریں گے۔“ راجر نے مشورہ دیا۔

باقی بولا: ”نہیں میں کبھی ذاتی کام سے ان کے پاس نہیں گیا۔ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔“

”خوب! ان باتوں کی وجہ سے تو میں تمہیں تصویر بنوانے کے لیے کہتا ہوں۔“

سنو! تمہاری تصویر بنا کر میرا کمال بھی بڑے مصوروں میں ہونے لگے گا۔“ راجر نے کہا۔

باقی ہنسا کر بولا: ”میرے چہرے میں کیا ہے؟ برحمت کش کا چہرہ ایسا ہی ہوتا ہے۔“

”باس! لیکن اکثر ان میں ایمان داری، حوصلہ مندی اور دوسروں کے کام آنے



کا جذبہ نظر نہیں آیا۔ تمہارے چہرے سے ایک روشنی پھوٹی ہے جو.....“ راجر نے کہا۔  
 ”بس بس زیادہ خوشامد نہ کرو۔“ یہ کہہ کر بلاقی وہاں سے اٹھ کر چل دیا۔ اس  
 نے خاکوں کی اجرت چپکے سے ایک برش کے نیچے رکھ دی تھی، کیوں کہ راجر ہرگز  
 اس سے پیسے نہیں لیتا۔

راجر چلا یا: ”یقین کرو، یہ بات سچ ہے۔“  
 بلاقی خاکے لے کر علاقے میں پہنچا اور براہِ دوا لے مکان پر دستک دی۔ ایک  
 عورت نے دروازہ کھولا اور غصے سے بولی: ”مجھے کچھ نہیں خبر پتا۔“  
 ”معاف کیجیے گا میں کچھ پہنچنے نہیں آیا۔“  
 ”پھر کیوں میرا دروازہ بھایا ہے؟ یہاں سے چلتے ہو، تم مجھے مکمل سے چور  
 اُچکے لگتے ہو۔“

بلاقی گھبرا کر بولا: ”میں اپنے کچھ رشتے داروں کی تلاش میں ہوں۔ ان کی  
 شکلیں ایسی ہیں۔“ اس نے جلدی سے خاکے آگے کر دیے۔  
 ”عورت ہمتا کر بولی: ”یہ کسی کو ڈھونڈنے کا کون سا طریقہ ہے، میں نے  
 انھیں کبھی نہیں دیکھا۔“ اس نے دروازہ زور سے بند کر دیا۔

بلاقی نے آہ بھری اور شکمندہ ہو کر سر کھانے لگا۔ پہلے گھر میں ہی جھاڑ پڑھنی  
 تھی۔ ابھی دونوں جانب دس دس گھروں میں بھی جانا تھا۔ آخر وہ ہمت کر کے آگے  
 بڑھا۔ اس نے ہر دروازے پر دستک دی۔ کچھ لوگوں نے ناراضگی سے اور کچھ نے  
 اخلاق سے بات کی، لیکن کوئی بھی خاکوں کو نہیں پہچانتا۔ بلاقی بہت تھک گیا تھا، لیکن



اس نے ہمت نہیں ہاری۔ ان میں ایک مکان بالکل بند تھا۔ بلاتی نے سنے عزم کے ساتھ مکان کی تلاشی لینے کا فیصلہ کیا۔ دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ اس نے کھڑکیوں پر قسمت آزمائی۔ وہ بھی بند تھیں، لیکن ایک کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ ڈال کر چٹنی کھول لی۔ اندر دھول اور بالے نظر آ رہے تھے۔ بلاتی کو خیال آیا کہ اس طرح کسی کے گھر میں داخل ہونا محک نہیں، لیکن مجبوری تھی۔ وہ اچھل کر کھڑکی پر چڑھا اور اندر اتر گیا، لیکن کوئی سراغ نہیں ملا۔ آخر مایوس ہو کر باہر آیا اور سوچ میں گم چلتا ہوا پچھلے حصے میں نکل آیا۔ پچھلی دیوار کے ساتھ درختوں کا ایک جھنڈ تھا، جس سے مکان کا ایک حصہ چھپ گیا تھا۔ دیواروں پر ٹیلیں بھی چڑھی تھیں۔ بلاتی درختوں کے درمیان سے آگے بڑھا۔ وہاں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اچانک اسے ایک درخت کے پیچھے دیوار میں ایک چھوٹا دروازہ نظر آیا۔ اس نے پُر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ دروازے پر مٹی جی ہوئی تھی۔ لگتا تھا عرصے سے بند ہے۔ بلاتی زمین کا جائزہ لینے لگی۔ آخر اسے ایک تازہ نشان نظر آیا۔ ایسا لگتا تھا کسی نے دروازہ کھولا ہے۔ اس کے پیرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے ٹیلیں اور پتے ہٹائے اور دروازہ کھول کر پچھلی گلی میں نکل آیا۔ وہ ساتویں شاہراہ تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ چورو ہیں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ وہ کچھ دیر گلی کا جائزہ لیتا رہا پھر واپس لوٹ گیا۔

اگلے دن بلاتی صبح سویرے ہی وہاں چلا آیا اور ایک گھر کے باہر گھٹی جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ وہ ایک موٹی چادر بھی ساتھ لایا تھا۔ گلی میں ابھی سناٹا تھا۔ اسی وقت ایک سبزی فروش آواز لگاتا ہوا آیا۔ کچھ لوگوں نے اس سے سبزی خریدی۔

باقی انھیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ جھاڑیوں میں چھپنا آسان نہیں تھا۔ موٹی چوئیاں اور گرگٹ ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ پھر ایک خوف ناک کتا بھی آ نکلا۔ بلاقی نے جلدی سے اپنے اوپر چادر ڈال لی اور زمین سے چپک گیا۔ کتا کچھ دیر اس کے قریب رک رہا، پھر بھونک کر آگے بڑھ گیا۔ بلاقی پھر نگرانی کرنے لگا۔ لوگ اب اپنے کاموں پر جانے لگے تھے۔ باقی انھیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ آخر وہ کام یاب ہوا، تیسرے گھر سے وہ گنجا آدمی موٹر سائیکل پر باہر نکلا اور تیزی سے روانہ ہو گیا۔ بلاقی نے خدا کا شکر ادا کیا اور تھانے کی طرف پل دیا۔

بلاقی تھانے پہنچا تو وہاں تھانے دار میٹنگ میں مصروف تھا۔ بلاقی ایک گھنٹے تک انتظار کرتا رہا۔ آخر تھانے دار باہر آیا۔ بلاقی نے کہا: ”میں نے چوروں کا سراغ نکالیا ہے۔“ تھانے دار نے حقارت سے اسے دیکھا اور بولا: ”میرے پاس ابھی بالکل وقت نہیں ہے۔“ یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔

بلاقی نے افسوس سے گردن ہلائی اور بڑبڑایا: ”دوست! تم اپنا کام کرنا چاہتے ہی نہیں۔“

وہ کوئی ترکیب سوچتے ہوئے گھر لوٹ رہا تھا کہ راستے میں اسے اپنا ایک کوچوان دوست نظر آیا۔ وہ دو گھرے قصبے میں کام کرتا تھا۔ بلاقی اسے دیکھ کر چونک اٹھا۔ اس نے کوچوان کو چائے کی دعوت دی۔ دونوں چائے خانے میں بیٹھے۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد بلاقی نے اس کے وہاں آنے کا سبب پوچھا۔ وہ بولا: ”یہاں سے کچھ سامان لے کر جاتا ہے۔ ایک آدمی نے مجھے بلایا ہے۔ اس کا کہنا ہے

کہ اس قصبے کے کوچوان بے ایمان ہیں۔ ٹھیک طرح کام نہیں کرتے۔“  
 ”ہاں میں سمجھ گیا۔ وہ ایک گنہگار آدمی ہے۔ اس کے منہ پر تل ہے اور وہ  
 ساتویں شاہراہ پر رہتا ہے۔“ بلاتی نے ہوا میں تیر چھوڑا۔

”ہاں، لیکن تم اسے کیسے جانتے ہو؟“ کوچوان نے پوچھا۔  
 بلاتی پُر جوش لہجے میں بولا: ”وہ کچھ دن پہلے ایک کوچوان سے جھگڑ رہا تھا۔ میں  
 نے سچ بچاؤ کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں اب تم لوگوں سے کام نہیں کراؤں گا۔“  
 ”اچھا، اسی لیے اس نے مجھے بلایا ہے۔“ کوچوان نے کہا۔

بلاتی نے پوچھا: ”ہاں، تم کب اس کا کام کرو گے؟“  
 کوچوان نے کہا: ”کل صبح دس بجے۔“  
 ”ٹھیک ہے کل سے میل بھی شروع ہو رہا ہے، راستے پر بہت جم ہوگا۔ تم سبھی  
 ذرا دھیان سے چلاؤ۔“ بلاتی بولا، پھر وہ وہاں سے اٹھ گیا۔

دوسرے دن وہ پھر جھاڑیوں میں چھپا بیٹھا تھا۔ وہ اپنے ساتھ ایک لمبا ڈنڈا  
 بھی لایا تھا۔ اس بجے بلاتی کے دوست کی کبھی گلی میں داخل ہوئی اور تیسرے گھر کے  
 آگے آ کر رک گئی۔ بلاتی تیار ہو گیا۔ دروازہ کھلا اور وہ دونوں چور کپڑے میں لپٹا  
 پیانو باہر نکال لائے۔ وہ تیزی سے کبھی کی طرف بڑھ رہے تھے کہ بلاتی اچھل کر  
 جھاڑیوں سے باہر آ گیا اور چلا کر بولا: ”رکو دو ستو! ایسی بھی کیا جلدی ہے؟“

وہ اس کی آواز سن کر اچھل پڑے۔ بلاتی ڈنڈا اٹھاتا ہوا ان کی طرف بڑھ  
 رہا تھا۔ ان کے منہ حیرت سے کھلے تھے۔ پھر وہ چوٹے اور دونوں نے مل کر بلاتی پر

حملہ کیا۔ باقی لالھی چلانا جانتا تھا۔ وہ تیزی سے ڈنڈا گھمانے لگا۔ وہ دونوں باقی کے نزدیک نہیں آ پارہے تھے۔

باقی بولا: ”تم لوگوں کی وجہ سے میں نے بہت پریشانی اٹھائی، اب تم بھی تھوڑی تکلیف برداشت کرو۔“

ڈنڈا گھوم کر سنبھلے کے سر پر لگا، وہ چل کر گر گیا، پھر لڑکے کا بھی یہی حشر ہوا۔ باقی، کوچوان سے بولا: ”دوست میں تمہارا نقصان پورا کروں گا۔ انھیں باندھنے میں میری مدد کرو۔“

دونوں نے مل کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھے اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اُدھر تھانے کے باہر اخباری نمائندے بھی موجود تھے۔ انھیں باقی نے خط کے ذریعے سے بلایا تھا، لیکن تھانے دار غائب تھا۔ وہ انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد تھانے دار آ پہنچا اسے بتا چل گیا تھا کہ پیانو کے چور پکڑے گئے ہیں، لیکن اخباری نمائندوں کو دیکھ کر اس کا منہ لٹک گیا۔ وہ سارے راستے پلان بنا رہا تھا کہ کس طرح اس کام یاہی کو اپنے کھاتے میں ڈالے گا۔ باقی کو وہ دودھ میں سے کھسی کی طرح نکال پھینکنا چاہتا تھا۔ خیر سب اندر داخل ہوئے۔ باقی نے بتایا کہ اس نے چوروں تک پہنچنے کے لیے کیا کیا پاپڑ پیلے۔ وہ اخباری نمائندوں سے مخاطب تھا۔ تھانے دار منہ لٹکائے بیٹھا تھا۔ باقی نے کہا: ”دوستو! ان چوروں تک پہنچنا کچھ مشکل نہیں تھا، لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ آدمی اپنے کام سے مخلص ہو اور اپنے فرض کو ٹھیک طرح ادا کرے۔“

چوروں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ انھوں نے بتایا کہ پیانو کا سودا ہو چکا تھا۔



جیسے ہی وہ دوسرے قصبے میں بیانو پہنچاتے، انھیں پیسے مل جاتے۔ اخباری نمائندے بلاتی سے سوالات کر رہے تھے، جن کا جواب وہ خوشی خوشی دے رہا تھا۔ پھر وہ چپک کر بولا: ”جناب تھانے دار صاحب! بچپن میں مجھے موسیقی کا بہت شوق تھا۔ میں نے سیکھی بھی تھی۔ کیا آپ مجھے اس عظیم بیانو پر ایک دھن بجانے کی اجازت دیں گے؟“

تھانے دار غصے سے اسے دیکھنے لگا۔

کوئی بولا: ”باقی! تم اس پر کیسی دھن بجانا چاہتے ہو؟“

باقی بولا: ”میں ان فرض شناس لوگوں کو مزاحیہ تمسین پیش کرنا چاہتا ہوں، جو کبھی اپنے فرض سے غافل نہیں ہوتے تھے، انہوں نے آج وہ کم میں موجود نہیں ہیں۔“

لوگ اس کے طنز کو سمجھ کر مسکرانے لگے۔ تھانے دار کا منہ کچھ اور لٹک گیا تھا۔ پھر سب وہاں سے اٹھ گئے۔ چوروں کو جیل بھیج دیا گیا تھا۔

اگلے دن تھانے دار کو اعلا حکم کی جانب سے ایک خط موصول ہوا، جس میں اسے سخت ڈانٹ ڈپٹ کی گئی تھی، ساتھ ہی تباہی کے احکامات بھی تھے اور اس کا عہدہ بھی کم کر دیا گیا تھا۔ ایک خط میاں باقی کو بھی ملا تھا۔ جس میں اس کی خوب تعریف کی گئی تھی۔ ساتھ ہی اسے پیش کش کی گئی تھی کہ اگر وہ چاہے تو اسے خفیہ پولیس میں عہدہ دیا جاسکتا ہے۔ خط پڑھ کر باقی ہنس پڑا۔ اس نے جواب میں لکھا تھا: ”جناب! میں پیدائشی کو چورانہوں، میرا باپ بھی ایک کو چوران تھا۔ مجھے اپنا کام بہت پسند ہے آپ کی پیش کش کا شکریہ۔“

☆☆☆

## کتاب سے پیار

پیارے بچو! دنیا میں ہوتا ہے نام کتابوں سے  
 سچ ہے دیکھو بن جاتا ہے مجزا کام کتابوں سے  
 پڑھنے والے سارے جہاں میں اُونچا رتبہ پاتے ہیں  
 پیچھتاتے ہیں آخر وہ جو پڑھے بنا رہ جاتے ہیں  
 علم جو حاصل کر لو گے تو بحسن حل ہو جائے گی  
 بچو! کتابوں ہی کی روشنی تم سب کے کام آئے گی  
 دنیا بھر کی معلومات کتابوں ہی سے ہوتی ہے  
 اک اک حرف سمجھ کر پڑھنا، اک اک حرف ہی موتی ہے  
 جس کو کتابوں سے ہے اُلفت، عالم وہ بن جاتا ہے  
 دنیا بھر میں بہت ہی اچھا آدمی وہ کہلاتا ہے  
 ضیا کتابیں پڑھتے رہنا، ذہن کشادہ ہوتا ہے  
 منزل تک جانے کے لیے روشن اک جادو ہوتا ہے

## علم در تیچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالے اور ابھی ابھی تک قرآن میں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیا، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

### سورۃ الکوث

مرسلہ : افراح سجاد، راولپنڈی

سورۃ الکوث قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی سورت ہے جب کہ سورۃ البقرہ سب سے بڑی سورت۔ اس سورت میں نبی کریمؐ پر اللہ کے فضل و انعامات کا بیان ہے۔ آپؐ کے صاحب زارہ کے انتقال پر کفار نے آپؐ کو بے نام و نشان ہونے کا طعن دیا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں آپؐ کے دشمنوں کے بے نام و نشان ہونے کی خبر دی گئی ہے اور آپؐ کو اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے نماز اور قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔

### حضرت خواجہ حسن بصریؒ

مرسلہ : عائشہ محمد خالد قریشی، سکھر

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں

کہ ایک مرتبہ دن ڈھلے میں نے ایک بچے کو دیکھا جو شمع ہاتھ میں لے کر جا رہا تھا۔ میں نے اسے روک کر پوچھا ”بیٹے! تم بتا سکتے ہو یہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے؟“ لڑکے نے میرا سوال سنتے ہی پھونک مار کر شمع بجھا دی اور کہا ”کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ روشنی کہاں چلی گئی؟ تو میں بتا دوں گا کہ روشنی کہاں سے آ رہی تھی۔“ خواجہ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ میں اس لڑکے کا جواب سن کر لا جواب ہو گیا۔

### علامہ اقبال اور بدناما مکان

مرسلہ : سیدہ اریہ بتول، کراچی

۱۹۳۳ء میں اقبال ایک کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ مکان بدناما اور خستہ حالت میں تھا۔ کرایہ بھی پونے دو سو روپے، جو کہ اس زمانے میں بہت زیادہ تھا۔

دوستوں میں کسی نے آپ سے کہا: ”حضرت! یہ مکان کسی بھی وقت گر سکتا ہے۔“  
 علامہ اقبال نے اس شخص کی بات اطمینان سے سنی اور جواب دیا: ”ہاں! یہ مکان میری دعاؤں سے قائم ہے۔“  
 پوچھا گیا: ”آپ اتنا کرایہ بھی دیتے ہیں اس مکان کا، اسی کرائے میں اس سے بہتر مکان مل سکتا ہے۔“  
 اقبال نے جواب دیا: ”خوب! آپ ٹھیک کہتے ہیں، لیکن آپ کو نہیں معلوم کہ یہ مکان ایک ہندو بیوہ کا ہے، جس کے بچوں کی گورہ اوقات اسی مکان کے کرائے پر ہے اور مجھے یہ مکان خالی کرنے یا کرایہ کم کروانے میں شرم آتی ہے۔“

### علامہ اقبال قائد اعظم کی نظر میں

مرسلہ : زمین ملی، بھٹائی کالونی، کراچی  
 ☆ چھوٹی اپنی ماں کو مار کر پیدا ہوتا ہے۔  
 ☆ نیوزی لینڈ میں سانپ نہیں پائے جاتے۔  
 ☆ کتے کو سرخ اور سنہرا رنگ نظر نہیں آتا۔  
 ☆ سفید ہاتھیوں کی زبانی قدرتی لینڈ کو کہتے ہیں۔  
 ☆ اصلی ہیراپانی میں نظر نہیں آتا۔  
 ☆ ”لاہور“ ”لاہور“ ”پاکستان“ کے شہر  
 ملتان کو کہتے ہیں۔

### مرسلہ : رجب ناصر، فیصل آباد

ایک موقع پر قائد اعظم نے کہا کہ  
 علامہ اقبال نے آپ کے سامنے ایک  
 واضح اور صحیح راستہ رکھ دیا ہے، جس سے



## میری گڑیا

مرسلہ : منال فاطمہ، حیدر آباد

میری گڑیا دیکھیں آپ

نام نہ اس کا پوچھیں آپ

نبلی آنکھیں ، بھورے بال

ہونٹ گلابی ، گورے گل

گردن پتلی ، چھوٹی ناک

سبز دوپٹہ ، سرخ فراک

سینڈل اس کی داد بھی واو

اونچی ایدھی ، رنگ سیاہ

مجھ پر رکھ کر اپنا ہاتھ

رات کو سوئے میرے ساتھ

## ماضی - حال - مستقبل

مرسلہ : اریہ انصاری، کراچی

ماضی نے چپکے سے انسان سے کہا:

”ٹو مجھے یاد کریں تیری زندگی بنادوں گی۔“

حال نے کہا: ”ٹو ماضی اور مستقبل کو

چھوڑ اور یہ مت سوچ کہ کل کیا ہوگا، یہ

دیکھ آج کیا ہو رہا ہے۔

مستقبل نے زور دے کر کہا: ”ٹو یہ

خیال نہ کر کہ کل ٹو نے کیا، کیا تھا اور آج

ٹو نے کیا کیا ہے۔ آج کی زندگی تو گزر

جائے گی ٹوکل کی سوچ اور ایسا عمل کر کہ

میں میرے لیے روشن ہو جاؤں۔

عقل نے انسان کو ابھنوں سے

ٹکالتے ہوئے کہا: ”اے انسان اگر ٹو

کام یا بنی چاہتا ہے تو تینوں کو پیش نظر رکھ

کر زندگی گزار۔“

## سہرے حروف

مرسلہ : رویہ ناز، کراچی

شاہ عبداللطیف بھٹائی کہتے ہیں:

”اگر کسی کے ساتھ وفا کرنی ہو تو ساحل پر

ٹکی گھاس کی طرح کرو۔ جب بھی کوئی

ڈوبتے ہوئے اس کا سہارا لے تو وہ اس کو

پھا لیتی ہے۔ یا خود بھی کنارہ چھوڑ کر ساتھ

ڈوب جاتی ہے۔“

زہر

تحریر : مشتاق احمد یوسفی

مرسلہ : فاکہ عباسی، ناظم آباد، کراچی

سانپ کا زہر کینچلی میں اور بچھو کا دم  
میں ہوتا ہے۔ بھڑکا زہر ڈنک میں ہوتا  
ہے اور پاگل کتے کا زہر زبان میں ہوتا  
ہے۔ انسان واحد حیوان ہے جو اپنا زہر  
دل میں رکھتا ہے۔

مشتاق احمد یوسفی کی کتاب ”آبِ گم“ سے

چاند

مرسلہ : ارسلان اللہ خان، حیدر آباد  
چاند نظام ششی کا ایک اہم رکن ہے۔  
چاند زمین کا سب سے قریبی سیارہ ہے۔  
یہ زمین سے تقریباً دو لاکھ چالیس ہزار میل  
کے فاصلے پر خلا میں گردش کر رہا ہے۔ اس  
کا قطر دو ہزار ایک سو ساٹھ میل ہے۔ یہ  
سورج کی روشنی میں چمکتا ہے اور اس کی  
چمک کا کس زمین پر پڑتا ہے، جس کی وجہ

سے زمین پر بھی روشنی ہو جاتی ہے۔ چاند  
کے بڑھنے اور کم ہونے کی وجہ سے اس کی  
روشنی میں بھی فرق پڑتا رہتا ہے۔

دوست

مرسلہ : نورالہدیٰ اشفاق، میرپور خاص  
☆ جب کوئی انسان کسی سے دوستی کرتا ہے  
تو گویا وہ دوست کا محافظ بن جاتا ہے۔  
☆ ناقابلِ اعتماد دوست سے چھائی بہتر  
ہے۔

☆ افضل بحث بہترین دوست سے جدا  
کر دیتی ہے۔

☆ تمھارا عیب بتانے والا تمھارا حقیقی  
دوست ہے۔

☆ دوست کی محبت آ زمانے کے بجائے  
اپنی محبت آزمائے، جو اپنے دوست کو چھوڑتا  
ہے وہ دشمن کو قوت دیتا ہے۔

☆☆☆



😊 ایک صاحب فرانس سے لوٹے تو خوب مزے کراپے، دستوں کو فرانس کی باتیں سنائیں۔ ان کے ایک دوست نے پوچھا: "یہ بتائیے کہ آپ کو فرانس میں ہانسنے کی وجہ سے کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔"

انھوں نے کہا: "نہیں مجھے تو کوئی پریشانی نہیں ہوئی، بات جن لوگوں نے مجھ سے بات چیت کی ان کو بہت تکلیف ہوئی۔"

مرسلہ : نعت ناصر، فعل آباد

😊 ایک عورت نے ڈاکٹر سے فون پر کہا: "ڈاکٹر صاحب! میرے شوہر کے گلے میں ملائی مشین کی سوئی چبھ گئی ہے۔ پلیز جلدی سے آئیں۔"

ڈاکٹر نے جواب دیا: "گھبرانے کی بات نہیں۔ میں پانچ منٹ میں آتا ہوں۔"

ڈاکٹر: "اوہ! میں دوا تو نکھٹائی بھول گیا، یہ تو میرے دماغ میں۔"

مرسلہ : عبید الرحمن، حیدر آباد

😊 ایک انجینئر گلگت کے علاقے میں سڑک بنانے کے کام کی نگرانی کر رہا تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ برف گر رہی تھی۔

مرسلہ : محمد اسماعیل عبدالرشید، کراچی

😊 ایک جڑیل بیوی پارلر گئی اور بال درست کرنے کے لیے کہا۔

یونیشن نے اس کی طرف دیکھے بغیر بائیں ہیر کے دیے ہیں۔“

کہا: ”بعد میں آنا، ابھی وقت نہیں ہے۔“

چڑیل نے کہا: ”اپنا سر یہیں رکھ کر

جاری ہوں۔ بال کاٹ دینا۔ سر بعد میں

آ کر لے جاؤں گی۔“

یہ سن کر یونیشن نے چڑیل کی طرف

دیکھا اور بے ہوش ہو گئی۔

**مرسلہ :** ماہ نور ابراہیم

😊 ایک سیلز مین نے ایک لڑکی کرسینڈل

کی قیمت پانچ سو روپے بتائی، مگر لڑکی کے

پاس صرف تین سو روپے تھے۔ لہذا اس

نے وہی روپے سیلز مین کو دیے اور

کہا: ”باقی دو سو روپے کل آ کر دے دوں

گی۔“ سیلز مین نے روپے لے کر سینڈل کا

ڈباز کی کے حوالے کر دیا اور وہ چلی گئی۔

دکان کے مالک نے سیلز مین کو غصہ

کرتے ہوئے کہا: ”تم بہت بے وقوف

ہو، اب وہ کبھی نہیں آئے گی۔“

سیلز مین نے مسکراتے ہوئے کہا: ”وہ

ضرور آئے گی، میں نے اسے دونوں جوتے

**مرسلہ :** مہک اکرم، لیاقت آباد

😊 خاتون نے دکان میں سوٹر کو

آٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد پوچھا: ”کیا

اسے بارش میں بھی پہن سکتے ہیں؟“

”کیوں نہیں!“ سیلز مین نے کہا:

”سوٹر بھیڑی اور ان سے بنایا گیا ہے۔“

آپ نے کبھی کسی بھیڑی بارش میں چھتری

لے کر تو جاتے نہیں دیکھا ہوگا؟“

**مرسلہ :** وجیہ متین، تارھہ کراچی

😊 ایک صاحب پچاس سال سے گاؤں

میں ایک ہی مکان میں رہ رہے تھے۔ ایک

روز وہ اپنے ایک برابر میں خالی ہونے

والے مکان میں منتقل ہو گئے۔ گاؤں کا

اکوٹا اخباری رپورٹر وہ پوچھنے کے لیے

ان کے پاس جا پہنچا۔

”بس کیا بتاؤں۔“ وہ صاحب ٹھنڈی

سانس لے کر بولے۔ ”خانہ بدوشی کی

عادت مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔“

**مرسلہ :** کومل قاسم، لاریہ ناؤن

اپریل ۲۰۱۵ عیسوی

۳۹

ماہ نامہ ہمدرد، نونہال



😊 کلاس میں استاد نے شاگرد سے کہا : جہاں خواتین بیٹھی تھیں۔ جن کو دیکھتے ہی خواتین کی چیخیں نکل گئیں۔ ایک بزرگ خاتون نے ان سے وضو کرنے کے لیے کہا۔ خواتین وضو کر کے آئیں تو جن کی چیخیں نکل گئیں۔

طالب علم نے گھبرا کر بیسوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا : ”کہیں میں ابو کی پتلون تو نہیں پہن کر آ گیا۔“

مرسلہ : سیدہ اویہ بتول، لیاری ٹاؤن  
😊 ایک آدمی کراچی سے پشاور جا رہا تھا۔ راستے میں بس رُک۔ دو پانی لینے چلا گیا۔ اسے میں دوسری بس آگئی جو پشاور سے کراچی جا رہی تھی۔ وہ اس بس کی چھت پر بیٹھ گیا۔ اس نے نیچے کھڑکی میں بیٹھے ایک آدمی سے پوچھا : ”کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا کراچی۔“ وہ کہنے لگا : ”واو سائنس نے کتنی ترقی کر لی ہے۔ نیچے والے کراچی جا رہے ہیں اور اوپر والے پشاور۔“

مرسلہ : مریم عبدالرب، جگہ نامعلوم  
😊 مالک مکان (کرائے دار سے) : ”آپ کے بیٹے نے اس کمرے کی ساری دیواریں پینل سے خراب کر دی ہیں۔“ کرائے دار : ”آپ ہی نے تو کہا تھا کہ یہ ڈرائنگ روم ہے۔“

مرسلہ : رملہ رحباب، بہاول پور  
😊 شادی کی ایک تقریب میں جن آ گیا،

☆☆☆



مریم سہیل، کراچی



نوناہال مصور



حذیفہ وسیم، سکھر



محمد حسان رضا خان، واہ کیشٹ



فاریہ صہیب، ناظم آباد



عمیرہ کامران، اورنگی ٹاؤن



سیدہ اریبہ بتول، لیاری

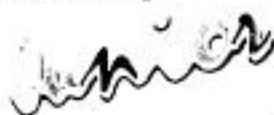
اپریل ۲۰۱۵ عیسوی


۳۱

ماہ نامہ ہمدرد نوناہال



First Aid Bandage



In everyday activities children get minor cuts, bruises & abrasions.  protects these minor wounds from infection, germs & bacteria, and helps them heal the natural way.



**uniferoz**

*Believes in care and healing*

[www.uniferoz.com](http://www.uniferoz.com)



مصطفیٰ میر، گلستان جوہر



عبدالصمد خانزادہ، سکرٹ



محمد ابراہیم، رحیم یار خان



فرحان علی جمی، میرپور ماہیلو



ارہام اللہ خان، حیدر آباد



سارہ رشید، کراچی



آمنہ رشید، کراچی



سمینہ رشید، کراچی

ماہ نامہ ہمدرد نوںہال ۳۳ اپریل ۲۰۱۵ عیسوی



idz i kid

Complete Range  
of Children Garments.

SPRING  
SUMMER  
Collection 2015

facebook.com/kidznkidz

KARACHI OUTLETS

- Dolmen Mall (Tariq Road)
- Millennium Meag Mall
- Bahadurabad (Dolmen Arcade)
- Saima Parri mall (Hyderi)
- Saima Mall & Residency (Gulshan)
- Gulshan(Hasan Square)

for more further information  
please contact

03218287487



اس مکان میں داخل ہونا، اس کے لیے بہت آسان ثابت ہوا۔ یہاں کوئی اناڑی چور بھی آسانی سے گھس سکتا تھا۔ مکان کی ایک کھڑکی کھلی تھی۔ وہ اچھل کر کھڑکی پر چڑھا اور اندر جھانکنے لگا۔ اس کی آنکھیں چند لمحوں میں کمرے کے اندھیرے سے مانوس ہو گئیں۔ وہ اصریاط سے اندر کود گیا۔ یہ خواب گاہ تھی۔ دودھے قدموں آگے بڑھا اور چھوٹی سی تاریچ سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اسے اپنے مطلب کی کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ وہ دوسرے کمرے میں آ گیا۔ اتفاق سے دوسرے کمرے کا دروازہ بھی بند نہیں تھا۔ یہاں اسے ایک الماری دکھائی دی۔ اس نے مینڈل گھمایا،

لیکن الماری میں تالا لگا ہوا تھا۔ وہ ابھی اس میدان میں نیا تھا، لیکن اس نے اپنی چوری کی ابتدا ماہرانہ انداز میں کی تھی۔ اس کا اصول تھا کہ جس گھر میں چوری کرو، پہلے الماریوں کی تلاشی لو، پھر کسی اور چیز پر نظر ڈالو۔ وہ الماری کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ تالا خاصا پیچیدہ معلوم ہوتا تھا۔ خاصی مشقت کے بعد بھی نہ کھلا۔ اس کی پیشانی بھیگ گئی۔ اس سے پہلے اسے کوئی الماری کھولنے میں اتنی وقت نہ ہوئی تھی، مگر وہ ایک ماہر کاری کرتا تھا۔ اس نے پیشانی سے پسینا پونچھا اور دوبارہ کام میں مصروف ہو گیا۔

اس نے ہمت ہارنا نہیں سیکھا تھا۔ اس کی محنت رائیگاں نہیں گئی اور تالا ایک بجلی سے کلک کے ساتھ کھل گیا۔ اس نے ہینڈل گھمایا تو الماری آرام سے کھل گئی۔ الماری کھلتے ہی اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ سامنے ایک سنہرے رنگ کا ڈبا موجود تھا۔ یقیناً اس میں زیورات ہوں گے۔ اس نے اپنے کندھے سے لٹکا بیگ اتارا۔ اور زیورات کا ڈبا بیگ میں ڈال دیا۔ الماری کے اندر ایک چھوٹی سی دراز تھی، وہ بھی ایک دوبارہ کوشش کرنے سے کھل گئی۔ دراز میں موجود نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آج کی رات اتنی اچھی ثابت ہوگی۔ وہ دل ہی دل میں خود کو شاباش دے رہا تھا۔ نوٹوں کی تمام گڈیاں اس نے اپنے بیگ میں ڈال لیں، جس سے اس کے بیگ کا وزن کئی گنا بڑھ گیا۔ وہ زیادہ لالچی بھی نہیں تھا۔ جو کچھ آسانی سے ہاتھ لگتا، اسی پر ہی اکتفا کر لیتا اور آج تو بہت کچھ ہاتھ لگ گیا تھا۔ پھر بھی اس کے دل میں مزید تلاشی کا خیال آیا۔ ابھی کمرے میں بہت کچھ



مل سکتا ہے مجھے پھونک دے اور مجھے ناپاکیوں سے ایک آواز آئی، مگر اس نے اپنے  
دل کو دماغ پہ لائی کو حادی نہ ہونے دیا اور وہ ایک دو دو بار کندھے پر قال کمر مڑا۔  
ابھی وہ ایک قدم ہی چھاتھا کہ کمر کا کپڑا روشنی سے بھریا۔ سارے وہب ایک ساتھ  
جل اٹھے تھے۔ ساتھ ہی ایک آواز سنائی دی "کون ہو تم؟" اور اس وقت یہاں کیا  
کر رہے ہو؟"

وہ تیر کمرہ گیا۔ دل کی تپانہ تھی، اس کی اسے حد تک دہائی دینے لگی۔ اسے ایسا  
لگ رہا تھا کہ اس کی دونوں ہاتھیں ہاتھ لگی ہوں۔ اس نے آواز کی سمت دیکھا۔  
کمرے کے دروازے پر ایک بڑی عمر کی عورت تھکی اور اس کے ہاتھ میں ایک  
پستول بھی تھا، جس کا بارش اسی کی طرف تھا۔





موسم چار، ذائقے بے شمار

جدول اول: تعداد و جنسیت دانش‌آموزان در هر پایه  
 پایه اول: 20 نفر (10 پسر، 10 دختر)  
 پایه دوم: 25 نفر (12 پسر، 13 دختر)  
 پایه سوم: 30 نفر (15 پسر، 15 دختر)  
 پایه چهارم: 35 نفر (18 پسر، 17 دختر)  
 پایه پنجم: 40 نفر (20 پسر، 20 دختر)  
 پایه ششم: 45 نفر (22 پسر، 23 دختر)  
 پایه هفتم: 50 نفر (25 پسر، 25 دختر)  
 پایه هشتم: 55 نفر (27 پسر، 28 دختر)  
 پایه نهم: 60 نفر (30 پسر، 30 دختر)  
 پایه دهم: 65 نفر (32 پسر، 33 دختر)



میرا بچہ کبھی کبھانوں کو رات کو اسے منہ لگا دیتے ہیں تو آج ہی ہے تبھی نے کہا تو اس کی دیکھو کہ کون سا بچہ ہے۔ یہ تو محمد علی کے ساتھ ہیں بچوں اور چھٹی ہے مگر ان کے ساتھ کئی کوئی دیکھو پر۔



اور کیا چاہیے!

”تم یہاں کس طرح داخل ہوئے؟“ عورت نے تیز لہجے میں کہا۔ ان الفاظ نے اسے بُری طرح بلا کر رکھ دیا تھا۔ شاید وہ گھر میں اکیلی تھی۔ چند قدم اندر آ کر اس نے دوبارہ کہا: ”تم اپنے متعلق کبہ بھی کیا سکتے ہو؟ میرا خیال ہے کہ میں پولیس کو بلا لوں۔“ وہ فون کی طرف بڑھی۔

”نہیں، یہ نہ کیجیے.....“ اس نے مضبوط لہجے میں بات کرنی چاہی، لیکن اسے اپنی آواز ایسی لگی جیسے کوئی خوف زدہ شخص گٹھایا رہا ہو۔  
 ”کیوں نہیں؟“ وہ عورت بھٹا جی: ”کیا میں نے تمہیں رنگے ہاتھوں نہیں پکڑا..... کیا تم انکار کر سکتے ہو؟“  
 ”نہیں..... آپ میرا مطلب نہیں سمجھیں۔“ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

”میں کیا نہیں سمجھی؟“ عورت تیز لہجے میں بولی۔  
 ”مم..... میرا مطلب یہ ہے کہ میں دراصل ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ میری مالی حالت بہت خراب ہے۔“ وہ اپنی بات مؤثر انداز میں بیان کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ذہن بھاری بھر کم الفاظ ڈھونڈنے لگا: ”مجھے اس بحرمانہ حرکت پر میرے خراب مالی حالات نے مجبور کیا ہے۔“

وہ دھیرے سے مسکرائی: ”یہ ایک سیاسی بیان ہے۔ شاید تم نے فی وی پر سیاست دانوں کی تقریریں بہت سنی ہیں۔“  
 یہ اچھی بات تھی کہ اس نے ابھی تک نیلے فون کو ہاتھ نہیں لگایا تھا، لیکن اس کے

پستول کا رخ چور کی طرف تھا۔

وہ بولا: ”یقین کیجیے..... میں نے ملازمت حاصل کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن ملازمت نہیں مل سکی۔ آپ جانتی ہیں کہ بے روزگاری کتنی ظالم چیز ہے۔ میں کوئی چھوٹا موٹا کاروبار بھی شروع نہیں کر سکتا۔ میں اصل میں موزمبیک ہوں، میں چور نہیں بننا چاہتا تھا۔ سوچا تھا، چند گھروں میں چوری کر کے کچھ رقم حاصل ہوگی تو چوری سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لوں گا اور کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کروں گا۔“ اس نے ہاتھ ملتے ہوئے مزید کہا: ”ہاں، ایک بات اور ہے میں غریبوں کے ہاں چوری نہیں کرتا۔ صرف امیروں کی دھنوں پر جاتا ہوں، خصوصاً آپ جیسے میروں کی کونھوں پر۔ آپ لوگ نقصان برداشت کر سکتے ہیں، غریب نہیں کر سکتا۔“

”نقصان تو نقصان ہی ہوتا ہے، غریب کا ہو یا امیر کا۔ اسے کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔“ عورت نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ کچھ دیر عورت کی طرف دیکھتا رہا، پھر اس نے سر جھکا لیا۔ عورت کے تیور خطرناک معلوم نہیں ہوتے تھے، لیکن سوال و جواب کا مقصد بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

”کیا تم واقعی کوئی کام شروع کرنا چاہتے ہو؟“ عورت نے نرم لہجے میں کہا۔

”بالکل..... بالکل.....“ اس کے مردہ چہرے پر تازگی پھیل گئی: ”میں موٹروں کا کام خوب جانتا ہوں۔ اس کے علاوہ گاڑیوں انجنوں کی مرمت بھی کر سکتا ہوں۔“

”ہمارے پاس تین کاریں ہیں۔“ عورت نے بولنا شروع کیا: ”اتفاق سے

تینوں خراب ہیں۔ ہمارے پاس گھاس کاٹنے کی چند مشینیں بھی ہیں۔ تم اپنے کام کی ابتدا ہماری موٹروں سے کر سکتے ہو، کیا خیال ہے؟“

وہ حیران رہ گیا۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

”میں تم پر بھروسہ کر رہی ہوں۔“ عورت بولی: ”اب تم جا سکتے ہو۔ دو دن بعد یہاں آ کر میرے شوہر سے مل لینا۔ میں ان سے کہہ دوں گی کہ تم میری سہیلی کے بھائی ہو۔“ وہ شفقت سے مسکرائی۔

اچانک اس کے چہرے پر کڑھکی لوٹ آئی: ”مگر یہ نوٹوں بھرا بیگ یہیں چھوڑ جاؤ۔“

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ جذباتی لہجے میں بولا: ”آپ بہت عظیم خاتون ہیں، ایک رحم دل خاتون۔“

اب تم جلدی سے روانہ ہو جاؤ۔“ عورت نے اسے ہلکا سا دھکا دیا اور پھر پستول بھی بنا لیا۔ ”میرے شوہر کسی بھی وقت جاگ سکتے ہیں۔ وہ تمہیں یہاں دیکھ کر خوش نہیں ہوں گے اور نہ اس طرح نرمی سے پیش آئیں گے جس طرح میں پیش آ رہی ہوں۔ فوراً بھاگ ہو جاؤ اور بااں وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی کسی گھر میں چوہائی نہیں کرو گے۔“ وہ اسے دروازے کی جانب دھکیلتے ہوئے بولی۔

”میں وعدہ کرتا ہوں۔“ اس نے دروازے سے نکلنے ہوئے کہا۔  
عورت اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی اور دوارات کی تاریکی میں گم ہو گیا تو عورت نے دروازہ بند کر لیا۔



”آف! تم کتنے مضبوط اعصاب کی مالک ہو۔“ تاریک باورچی خانے سے نکل کر آنے والے شخص دلاور نے کہا۔ اس کی بیوی بھی ایک ماہر چورتھی۔

وہ بوئی: ”خیر! چھوڑو ان باتوں کو اس سے پہلے کہ مکان کے اصل مالک شادی کی تقریب سے واپس آجائیں، ہمیں اپنا کام ختم کر لینا چاہیے۔“

”ہاں وہ الماری تو اس بے چارے ہمارے چور بھائی نے کھول ہی دی، جو ہم سے نہیں کھل رہی تھی۔“

”اوہ الماری کی تمام دولت بیگ میں ڈال کر یہ مشکل بھی حل کر دی۔“

عورت نے کہا۔

”اب ہمیں کمروں کی تلاشی کے کر جلد از جلد یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔“ عورت کے ساتھی دلاور نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔

☆☆☆

اس بلا عنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۱۰۳ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر مئی ۱۸- اپریل ۲۰۱۵ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر پتہ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نوٹہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نوٹہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جاسکیں۔

نوٹ: ادارہ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

# ترانہ

محمد شفیق اعوان

خالم سے گر ڈرتے رہیں گے  
لوگ ہمارے مرتے رہیں گے  
ٹکلیں مقابل سب دشمن کے  
کب تک آئیں بھرتے رہیں گے  
رستہ ہے جو اچھائی کا  
اس رستے پر چلتے رہیں گے  
جو مجبور ہیں ، بے چارے ہیں  
مدد ہم اُن کی کرتے رہیں گے  
امن ضرورت ہے ہم سب کی  
امن کی راہ پر چلتے رہیں گے  
پڑے گی جب بھی مشکل کوئی  
رب سے دعا ہم کرتے رہیں گے  
مل جائے گی منزل اک دن  
اگر ہم آگے بڑھتے رہیں گے  
دشمن ہے جو اپنے وطن کا  
شفیق ہم اس سے لڑتے رہیں گے

## لڑکی اور پہاڑ کا جن فیصلہ کا بمبئی

حسین کے ایک دور دراز گاؤں میں ایک بلند پہاڑ کا دامن ایسا ہے، جس میں ایک خوش نما آبشار ہے۔ جسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے لمبے اور سفید بالوں والی کوئی حسین لڑکی چٹانوں پر آرام کر رہی ہے۔ مقامی لوگ اسے "سفید بالوں کا آبشار" کہتے ہیں۔ اس کے متعلق ایک دل چسپ کہانی مشہور ہے، جو آج بھی یوں ہے۔

صدیوں پہلے اس بلند پہاڑ کے قرب و جوار میں پانی بالکل ناپید تھا۔ وہاں کے لوگ بارش کا پانی اکٹھا کر لیا کرتے تھے۔ یہ پانی پینے کے بھی کام آتا اور آب پاشی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اگر کبھی بارش نہ ہوتی تو بستی کے لوگوں کو دور دراز ایک چشمے سے پانی لانا پڑتا تھا، جو ان کے گاؤں سے دو میل کے فاصلے پر تھا۔ گویا پانی کی قیمت تیل کے برابر تھی۔

اس بلند پہاڑ کے قریب ایک لڑکی رہتی تھی، جس کے سیاہ بال اتنے لمبے تھے کہ ایز یوں تک جا پہنچتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ اسے "لمبے بالوں والی لڑکی" کہا کرتے تھے۔ وہ اپنی بیمار ماں کے ساتھ جو بستر سے اٹھنے کے قابل نہیں تھی، رہا کرتی تھی اور بکریاں پال کر گزارا کرتی تھی۔ ہر روز صبح سویرے وہ دو میل کی مسافت طے کر کے پانی لاتی اور پھر پہاڑ پر جا کر بکریوں کے لیے چارہ لاتی۔ یوں اسے صبح سے شام تک جان تو زحمت کرنا پڑتی تھی۔ ایک دن حسب معمول وہ گھاس اکٹھا کرنے کے لیے ایک نوکری لے کر پہاڑ پر گئی۔ صرف نصف فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک عمودی چٹان کے اوپر پہنچی تو اچانک اس کی

نظر ایک شلجم پر پڑی جو چنان کی سطح پر اُگھا ہوا تھا۔ اس کے پتے سبز اور چمک دار تھے۔ لڑکی نے سوچا: ”اس سے تو بہت مزے دار کھانا پکایا جاسکتا ہے۔“

اس نے دونوں ہاتھوں سے زور لگا کر شلجم کو جڑ سے اُکھاڑ لیا، جو بالکل سرخ اور گول تھا، لیکن اسے اُکھاڑنے سے چنان میں ایک سوراخ ہو گیا اور وہاں سے صاف شفاف پانی کا ایک چشمہ اُبل پڑا، اچانک شلجم لڑکی کے ہاتھ سے اُچھل کر واپس اسی سوراخ پر جا گرا اور پانی آنا بند ہو گیا۔

لڑکی کو سخت پیاس لگ رہی تھی۔ وہ چشمے کا ٹھنڈا پانی پینے کے لیے بے تاب تھی۔ اس نے شلجم کو دوبارہ بنایا تاکہ دوبارہ پانی بہنے لگے۔ پھر وہ سوراخ سے منہ لگا کر دوبارہ پانی پینے لگی۔ پانی ٹھنڈا اور تازہ پانی کے رس کی طرح میٹھا تھا، لیکن پانی پینے کے بعد جونہی اس نے سوراخ سے منہ بنایا شلجم اس کی گرفت سے نکل کر دوبارہ سوراخ کے منہ پر جا گرا اور پانی آنا بند ہو گیا۔

وہ حیرت کے عالم میں کھڑی شلجم کو دیکھ رہی تھی کہ اچانک ایک آندھی آئی اور اسے اُڑا کر ایک غار میں لے گئی۔

غار کے پتھر پر ایک عجیب و غریب انسان بیٹھا تھا، جس کا پورا جسم بھورے بالوں سے چھپا ہوا تھا۔ اس نے لڑکی سے خوف ناک آواز میں کہا: ”اب تمہیں میرے چشمے کا راز معلوم ہو گیا ہے، لیکن تم اس کا ذکر کسی سے بھی مت کرنا، اگر تم نے میرا حکم نہیں مانا اور دوسرے لوگ میری ملکیت، میرے چشمے کا پانی لینے آئے تو میں تمہیں مار ڈالوں گا۔ میرے الفاظ گروہ میں باندھ لو، میں اس پہاڑ کا جن ہوں۔“



استے میں ایک بار پھر ہوا چلنے لگی اور اس نے اس کو واپس پہاڑ کے دامن میں پہنچا دیا۔ وہ خاموشی سے اپنے گھر آ گئی۔ گاؤں والے تو درکنار اس نے اپنی ماں سے بھی اس چشمے کا ذکر نہیں کیا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ کھیت بالکل سوکھے پڑے ہیں اور گاؤں والوں کو پانی کے ایک ایک قطرے کے لیے کتنی محنت کرنا پڑتی ہے۔ عورت اور مرد، بچے اور بوڑھے جب دو میل کی مسافت طے کر کے اپنی بانٹیوں میں پانی لاتے تھے تو ان کے جسم پیمینوں سے شرابور ہوتے تھے۔ وہ سوچتی تھی کاش میں ان کے سامنے پہاڑی چشمے کا ذکر کر سکتی۔

اگر لوگ شاہجی کو چشمے کے سوراخ سے بنا کر اس کے نکلنے والے کڑے کر دیں اور سوراخ کے منہ کو چوڑا کر دیں تو پہاڑ سے گاؤں تک پانی ایک ریٹے کی طرح بہنا شروع ہو جائے گا، پھر اسے وہ خوف ناک بالوں والا جن یا آجاتا اور سوچنے لگتی کہ خاموش رہنے میں ہی عافیت ہے۔

اس کی ذہنی اذیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی بھوک بالکل ختم ہو گئی تھی اور اسے کچھ بھی نہیں آتی تھی۔ وہ بے حس اور بے جان مورتی کی جیسی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں کی چمک بالکل ختم ہو گئی۔ اس کے رخساروں کی سرخی ررونی میں تبدیل ہو گئی۔ چمک دار سیاہ بال خشک اور بے آب و تاب ہو گئے۔ اس کی ماں اس کی تبدیلی کو محسوس کر رہی تھی۔ آخر ایک دن اس نے بیٹی سے پوچھ ہی لیا: ”میری بیٹی! تمہیں کیا پریشانی ہے؟“

لیکن لڑکی صرف اپنے ہونٹ بھیج کر رہ گئی۔ اس نے منہ سے کچھ نہیں کہا۔

یوں وقت گزرتا گیا دن مہینے اور مہینے سالوں میں بدلتے گئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے سیاہ چمک دار بال سفید ہو گئے، کیوں کہ وہ انھیں سنوارتی تک نہیں تھی۔

گاؤں والے آپس میں قیاس آرائیاں کرنے لگے: ”کیسی عجیب بات ہے ایسی کم سن لڑکی کے بال اچانک سفید ہو گئے۔“

وہ بے حس و حرکت اپنے دروازے کا سہارا لیے کھڑی رہتی۔ کھوئی کھوئی نظروں سے آتے جاتے لوگوں کو دیکھتی اور زیر لب کہتی: ”پہاڑ کی چوٹی پر ایک.....“ لیکن اسے جملہ مکمل کرنے کی ہمت کبھی نہ ہوئی، بلکہ وہ اپنے ہونٹ چبانے لگتی تھی کہ ان سے خون نکلنے لگتا۔

ایک دن حسب معمول وہ اپنے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی کہ اچانک اس کی نظر سفید داڑھی والے ایک بہت ہی ضعیف آدمی پر پڑی، جو کہ پگڈنڈی پر لڑکھڑاتا ہوا میل رہا تھا۔ دراصل وہ دو میل دور سے ایک گھرے میں پانی لا رہا تھا۔ اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ ایک چٹان سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا۔ اس کا گھزافوٹ گیا اور پانی زمین پر پڑ گیا۔ اس کے پاؤں سے خون بہنے لگا۔

لڑکی تیزی سے اس کے پاس پہنچی اور اسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ پھر اس نے اپنی قمیص کا دامن پھاڑ کر اس کے زخم پر پٹی باندھ دی۔ اس دوران میں اسے مسلسل بوڑھے آدمی کے کراہنے کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ اس نے نظر اٹھا کر اس کے کم زور چہرے پر نظر ڈالی جس پر بے شمار جھریاں پر مٹی ہوئی تھیں۔ تکلیف کی وجہ سے اس نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

”میں بھی کتنی بزدل ہوں۔“ لڑکی دل ہی دل میں خود کو ملامت کرنے لگی۔ میں موت کے خوف میں مبتلا ہوں، جب کہ یہاں سارے کھیت خشک پڑے ہیں، فصلیں تباہ

ہو رہی ہیں۔ میری بزدلی اور خوف ہی کی وجہ سے گاؤں والے اتنی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ میرے خوف ہی کی وجہ سے اس بوڑھے آدمی کی ناگتیں زخمی ہوئیں۔ میں بزدل! بزدل!

اس کی قوت برداشت جواب دے گئی اور اس نے اس بوڑھے سے کہا: ”اس بلند پہاڑ پر ایک چشمہ ہے۔ اگر تم شلجم کو اکھاڑ کر اس کے ٹکڑے کر ڈالو اور چھنی سے اس سوراخ کو چوڑا کرو تو پانی پہاڑ سے بہتا ہوا گاؤں تک پہنچ جائے گا، یہ سچ ہے۔ میں نے وہ چشمہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔“

اس سے پہلے کہ بوڑھا کچھ کہتا، وہ چھنی ہوئی بوہاندہ وار گاؤں کی گلیوں میں دوڑنے لگی: ”سب لوگ میرے ساتھ چلو، پہاڑ پر ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ ہے۔“

اس نے انھیں تمام واقعہ سنایا کہ کس طرح اس نے یہ چشمہ دریافت کیا، لیکن پہاڑی جن کی دھمکی کا ذکر اس نے کسی سے بھی نہ کیا۔

گاؤں والے جانتے تھے کہ وہ ایک نیک دل لڑکی ہے، چنانچہ انھوں نے اس کی بات پر اعتبار کر لیا اور وہ اپنی چھینیاں، چاقو اور بٹھوڑے لے کر اس پہاڑ کی جانب روانہ ہو گئے، وہاں پہنچتے ہی لڑکی نے شلجم کو اکھاڑ ڈالا اور اسے ایک پتھر پر پھینکتے ہوئے کہا: ”جلدی کرو، اس کے ٹکڑے کر ڈالو، جلدی کرو۔“

اچانک ایک ساتھ بہت سارے چاقو فضا میں لہرائے اور آٹا فانا شلجم کے بہت سارے ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھر گئے۔ اسی اثنا میں سوراخ سے پانی بہنے لگا، لیکن سوراخ بہت چھوٹا تھا۔

”جلدی کرو۔“ لڑکی نے چلا کر کہا: ”اپنی چھینیوں سے اس سوراخ کو چوڑا کرو،

جلدی کرو، جلد از جلد یہ کام ختم کرو۔“

سب لوگ سر جھکا کر اس کام میں بٹ گئے اور اپنی چیمنیوں سے چنان کو کاٹنے لگے۔ کچھ دیر میں ہی سوراخ کا منہ پہلے پیالے جتنا پھر بالٹی جتنا اور پھر ایک ڈرم جتنا بڑا ہو گیا۔ اب پانی تیزی سے فوارے کی طرح اُبلتا ہوا نیچے کی طرف بہنے لگا۔

گاؤں والوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کوشی میں ناچنے اور تالیاں بجانے لگے۔ ٹھیک اسی لمحے ایک تیز آندھی آئی اور اس لڑکی کو اڑا کر لے گئی، لیکن گاؤں والے نے چشمے کی خوشی میں ایسے دیوانے ہو رہے تھے کہ لڑکی کے غائب ہونے پر کسی نے بھی توجہ نہ دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے پوچھا: ”لبے والوں والی لڑکی کہاں گئی؟“

”شاید وہ ہم سے پہلے ہی گاؤں واپس چلی گئی، تاکہ اپنی بیمار ماں کو خوش خبری سناسکے۔“ دوسرے آدمی نے قیاس آرائی کرتے ہوئے کہا۔

سب لوگ خوشی سے جھومتے ہوئے چنان سے نیچے اترے اور اپنے اپنے گھر پہنچے۔ دراصل لڑکی کو پہاڑی جن نے اٹھالیا تھا۔ جب وہ اس کے سامنے پہنچی تو اس نے غضب ناک ہو کر کہا: ”میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ کسی کو مت بتایا، لیکن تم نے تمام لوگوں کو بتا دیا۔ انھوں نے شاہجہ کے کھڑے کھڑے کر ڈالے اور سوراخ کو بڑا کر کے میرے چشمے کا پانی لے لیا۔ اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

لبے بالوں والی لڑکی جس کے سفید بال شانوں پر بکھرے پڑے تھے، بڑی بہادری سے کھڑی تھی۔ اس نے ہڈسوں انداز میں جواب دیا: ”میں ان لوگوں کے لیے خوشی خوشی اپنی جان قربان کر دوں گی۔“



”میں تمہیں آسانی سے مرنے نہیں دوں گا۔“ پہاڑی جن نے دانت پیستے ہوئے کہا۔  
 ”میں تمہیں چٹان پر لٹا دوں گا اور پہاڑ کا پانی بلندی سے تمہارے جسم پر ہمیشہ گرتا رہے گا۔ تمہاری یہی سزا ہے ایک طویل اور دردناک سزا۔“

”میں ان لوگوں کی خاطر خوشی خوشی پانی کے نیچے لیٹ جاؤں گی۔“ لڑکی نے  
 پُر سکون انداز میں جواب دیا، لیکن ازراہ کرم تم مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو، تاکہ میں گھر  
 جا کر اپنی بیمار ماں اور بکریوں کی دیکھ بھال کا انتظام کر سکوں۔“

جن نے کہا: ”ٹھیک ہے تم جاسکتی ہو، لیکن اگر تم واپس نہ آئیں تو میں چشمے کا منہ پھر  
 سے بند کر دوں گا اور تمام گاؤں والوں کو قتل کر دوں گا۔ جب تم واپس آؤ تو خود ہی چٹان پر  
 لیٹ جانا۔ مجھے زحمت مت دینا۔“

لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر ہوا کے ایک تیز جھکڑ نے اسے پہاڑ کے دامن  
 میں پہنچا دیا۔

جب وہاں اس نے پانی بہتا ہوا دیکھا تو اس کا دل خوشی سے ٹاپنے لگا۔ اور وہ تیزی  
 سے دوڑتی ہوئی اپنے گھر جا پہنچی، اس کے اندر اتنا حوصلہ تھا کہ اصل صورت حال سے  
 ماں کو آگاہ کرتی۔ وہ صرف اتنا کہہ سکی: ”امی! پہاڑ کا پانی پستی میں آ چکا ہے۔ اب ہم  
 لوگوں کو پانی کی تکلیف بھی نہ ہوگی۔“

پھر اس نے تجلپاتے ہوئے کہا: ”میری سہیلیوں نے جو کہ پڑوس کے گاؤں میں  
 رہتی ہیں، مجھے چند دنوں کے لیے اپنے ساتھ رہنے کے لیے بلایا ہے میں جلد ہی واپس  
 آ جاؤں گی۔ میں نے پڑوس والی خالہ سے کہہ دیا ہے وہ آپ کی اور بکریوں کی دیکھ بھال

”رہیں گی۔“

”بہت اچھا۔“ ماں نے خوش دلی سے کہا۔ پھر وہ ماں کا جواب سن کر پڑوس والی خالہ کے پاس گئی اور انھیں تمام ذمے داریاں سونپ کر واپس ماں کے پاس آئی: ”امی! میں وہاں پندرہ دن تک رہوں گی۔ آپ.....“

”تم فکر نہ کرو۔“ ماں نے کہا۔ جاؤ اپنی سہیلیوں کے ساتھ اچھا وقت گزارو۔ میری فکر نہ کرنا۔ پڑوس بہت اچھی اور رحم دل خاتون ہیں۔ وہ میرا بچہ خیال رکھیں گی۔“

بہنی نے بوڑھی ماں کے چہرے اور ہاتھ کو تھپتھپایا اور چپکے سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے موبیشیوں کے بازوے میں گئی۔ جب وہ بکریوں کو تھپکیاں دے رہی تھی تو ایک بار پھر اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ گیا۔

دروازے پر پہنچ کر پھر ماں سے کہا: ”امی! میں جا رہی ہوں۔“

اس کی ماں کو کیا معلوم تھا کہ اس کی چیمٹی بہنی ہمیشہ کے لیے جا رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کی ماں کچھ کہتی وہ تیزی سے پہاڑ کی جانب روانہ ہو گئی۔ دوڑتے ہوئے اس کے لمبے بال شانوں پر دونوں طرف لہرا رہے تھے۔

راستے میں پتیل کا ایک گھنا، درخت کھڑا ہوا تھا۔ اس درخت کے نیچے پہنچ کر لڑکی نے اس کے تنے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: ”اے درخت! آج کے بعد میں بھیجی تمہارے سائے کی ٹھنڈک حاصل نہ کر سکوں گی۔“

ایک ایک ایک بوڑھا آدمی درخت کے پیچھے سے نمودار ہوا، اس کی داڑھی سبز تھی اور سبز رنگ کے ہی کپڑے اس نے پہنے ہوئے تھے۔

”اے لمبے بالوں والی لڑکی! تو کہاں جا رہی ہے؟“

لڑکی نے سر دو بھری اور سر جھکا لیا۔

”مجھے تمہارے تمام مصائب کا علم ہے۔“ بوڑھے نے کہا۔

”تم ایک رحم دل لڑکی ہو، اس لیے میں تمہیں بچا کر رہوں گا۔ میں نے پتھر کی ایک

مورتی بنائی ہے، جو تمہاری بمشکل ہے۔ درخت کے پیچھے جا کر اس پر ایک نظر ڈالو۔“

لڑکی نے درخت کے پیچھے جا کر اس مورتی کو دیکھا جو از سر تا پا اس سے مشابہ

تھی۔ البتہ اس کے بال زیادہ لمبے نہ تھے۔ لمبے والوں والی لڑکی اس مورتی کو دیکھ کر

سشدر رہ گئی۔

بوڑھے آدمی نے کہا: ”پہاڑ کا جن یہی تو چاہتا ہے کہ تم پانی کے نیچے چٹان پر لیٹ

جاؤ۔ تم اس اذیت ناک اور طویل آزمائش سے بچ سکو گی، اس لیے میں پتھر کی اس مورتی

کو اس چٹان پر لٹا دوں گا، لیکن تمہاری طرح اس کے بال سفید اور لمبے نہیں ہیں، اس لیے

تمہیں تھوڑی تکلیف برداشت کرنا ہوگی۔ میں تمہارے سفید بال کاٹ کر مورتی کے سر پر

لگا دیتا ہوں، تاکہ پہاڑی جن کو شک نہ ہو۔“

اس سے پہلے کہ لڑکی کچھ کہتی بوڑھے آدمی نے اس کا سر جھکا کر اس کے سارے

بال کاٹ لیے اور مورتی کے سر پر لگا دیے۔ حیران کن بات یہ ہوئی کہ بالوں نے فوراً

مورتی کے سر میں جڑ پکڑ لی۔

اب لمبے والوں والی لڑکی کے بال غائب ہو چکے تھے۔ بوڑھا مسکرایا اور لڑکی سے

کہا: ”اب تم اپنے گھر جاسکتی ہو۔ اب کہیتوں کے لیے پانی کی کمی نہیں ہوگی۔ تم لوگ محنت

کر دے تو پورا گاؤں خوش حال ہو جائے گا۔“

یہ کہتے ہی اس نے پتھر کی مورتی اپنے کندھے پر رکھی اور جلدی جلدی پہاڑی کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ اس نے مورتی کو چٹان پر اس طرح لٹا دیا کہ پانی کا سفید تیز دھارا اس کے لمبے بالوں پر پھیلتا ہوا پہاڑی چٹان سے نیچے کی طرف بہتا رہا۔ لڑکی پتھیل کے درخت کے نیچے کھڑی ہوئی حیرانی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ اچانک اس کے سر میں کھجلی ہونے لگی۔ اس نے سر کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ پوکھ پڑی۔

اس کے سر پر بال اُگ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ اس کے لمبے ہو گئے کہ زمین کو چھونے لگے۔ اس نے بالوں کو ہاتھ میں لے کر دیکھا، وہ بالکل سیاہ تھے۔ اب تو وہ خوشی سے ناپنے لگی۔

اس نے درخت کے نیچے کافی دیر تک انتظار کیا، لیکن بوڑھا شخص واپس نہیں آیا۔ اچانک درخت کی چٹیاں اور شاخیں تیز ہوا میں جھومنے لگیں اور اس کی سرسراہٹ میں لڑکی کو واضح طور پر یہ الفاظ سنائی دیے: ”لمبے بالوں والی لڑکی! ہم نے پہاڑی جن کو خوب بے وقوف بنایا۔ اب تم اپنے گھر جاسکتی ہو۔“

لڑکی نے خوشی سے سرشار ہو کر پہاڑ سے گرتے ہوئے چشمے کی طرف دیکھا، پہاڑ کے دامن میں کھڑی ہوئی سبز فصلوں اور کھیتوں میں کام کرتے ہوئے لوگوں پر نظر ڈالی۔ پھر پلٹ کر دیو قامت پتھیل کی طرف دیکھا اور اپنے چمک دار، لمبے سیاہ بالوں کو لہراتے ہوئے ناچتی کودتی ہوئی اپنے گھر کی طرف چل پڑی۔

☆☆☆



## ہنڈ کلیا

### چکن کی بخنی

مرسلہ : کوئل فاطمہ اللہ بخش، کراچی

مرغی کا گوشت : آدھا کلو  
انڈے (صرف سفیدی) : دو عدد  
کارن فلور (کئی کا آٹا) : چار کھانے کے چمچے  
پیاز (باریک کٹی ہوئی) : ایک عدد  
کالی مرچ (پسی ہوئی) : ایک چائے کا چمچ  
ہری مرچ (درمیان) : دو عدد  
سویا ساس اور نمک : حسب ذائقہ

ترکیب : بخنی کا گوشت اچھی طرح دھو لیں۔ اس گوشت کے ساتھ باریک کٹی ہوئی پیاز، سیاد مرچ، نمک اور پانی ڈال کر بخنی تیار کریں، گوشت گل جائے تو بخنی چھان کر الگ نکال لیں۔ ابلی ہوئی بوٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں۔ ایک پیاز پانی میں کارن فلور گھولیں اور گوشت کے ٹکڑوں کے ساتھ بخنی میں ڈال کر دھیمی آگ پر چند منٹ تک پکائیں، جب بخنی آپ کی پسند کے مطابق گاڑھی ہو جائے تو اس میں انڈے کی سفیدی ملا کر تھمچے سے خوب اچھی طرح ملا لیں۔ بس بخنی تیار ہے۔

### انڈے پارے

مرسلہ : ناہید کمال احمد، حیدر آباد

انڈے : چار عدد  
تخمی : دو کپ  
الابچی : دو عدد

ترکیب : ایک کڑاہی میں تمام چیزیں ملا کر درمیان آگ پر پکائیں، یہاں تک کہ بلی براؤن ہو جائیں۔ ایک ٹرے میں تھوڑا سا کھی لگا کر یہ آمیزہ ڈال کر بھالیں، پھر نمک پارے کی طرح کاٹ لیں۔ مزے دار انڈے پارے تیار ہیں۔

☆

## حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات اور ہمارا طرز عمل



ہمدرد نو نہال سیرت کانفرنس لاہور میں نو نہال فحش چہرے ہیں۔

اس موقع پر چند نو نہالوں کی رسم بسم اللہ بھی ادا کی گئی

..... رپورٹ : سید علی بخاری

انسانی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں، جسے گزارنے کے لیے ہمیں حضور اکرم کی ذات اقدس سے راہنمائی نہ ملتی ہو۔ آپؐ بلا تفریق رنگ و نسل اور مذہب کے بچوں سے انتہائی درجے پیار فرماتے تھے۔ سلام میں پہل کرنا، اُن کے ساتھ بیٹھ کر وقت گزارنا اور انھیں گود میں اٹھالینا، ایسے اعمال سن تھے کہ نو نہال بھی بے اختیار آپؐ کی جانب لپکتے تھے۔ ہمیں سب سے بڑا فخر یہ حاصل ہے کہ ہم رحمت للعالمین ﷺ کے امتی ہیں، لیکن اچھے امتی ہونے کے کچھ تقاضے بھی ہیں۔ ہمیں ایک اچھا امتی اور اچھا مسلمان بننا ہے۔ اس بار نو نہال سیرت کانفرنس کا موضوع تھا: ”حضور ﷺ کی تعلیمات اور ہمارا طرز عمل“

کانفرنس میں محترمہ ڈاکٹر پروین خان بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ نو نہال مقررین میں احمد بشیر، سید محمد عبداللہ، رانا محمد غفار، شاہ زور احمد، حدیفہ نواز اور حمد بن ارشد

شامل تھے۔ مختلف اسکولوں کی منتخب شاہ خواں طالبات نے بھی شرکت کی، جن میں نوشین گل، ایلاف احمد، حفصہ عبدالرحمن، سائرہ بتول، فخر بابر، وجیہ خاتون، شانزے ارشد، ارم گوہر، مریم راشد، عرفہ قیصر، ایمان مذاقت، مناعل خان شامل ہیں۔ انکامت نویر بابر اور مہرال قرنی کی۔ درود و سلام اور دعا سب کلمات پر یہ کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی۔

### ہمدرد نو نوبال اسمبلی راولپنڈی ..... رپورٹ : حیات محمد بھی

نوبال سیرت کانفرنس راولپنڈی کے اجلاس میں مہمان خصوصی معروف مذہبی اسکالر و چیئر مین امن کمیٹی محترم پیر اظہار بخاری تھے۔ اس موقع پر صدر انجمن فیض الاسلام ورکن شوری ہمدرد محترم میاں صدیق اکبر اور رکن شوری ہمدرد محترم پروفیسر نیاز عرفان نے بھی خصوصی شرکت کی۔ ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے جمعہ ہونے والی اس سیرت کانفرنس کا موضوع تھا:

”رسول اکرمؐ کی تعلیمات اور ہمارا طرز عمل“

اس سیرت کانفرنس کی انکامت نو نوبال ادبیہ اشتیاق نے انجام دی۔

علاوہ قرآن مجید ترجمے کے ساتھ نو نوبال محمد عزیز اور عیسا سحر نے پیش کی۔

نوبال نامہ نور اور ساتھی طالبات نے ہدیہ نعت پیش کیا۔

نوبال مقررین میں حفصہ ایمن، عثمان خان، نوین منیر، رطاہ ساجد اور ارتضیٰ

یعقوب شامل تھیں۔ قومی صدر ہمدرد نو نوبال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے اپنے پیغام میں کہا

کہ نبی اکرم حضرت محمد ﷺ سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اللہ اور اس کے پیارے

حبیب سے محبت کے دو پہلو ہیں، ایک قولی دوسرا عملی۔ جب تک ہمارا عمل ہمارے قول کے

مطابق تھا تو ہر شعبہ زندگی میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل تھی۔ علم، سائنس اور تحقیق

کے میدانوں میں ہمیں سبقت حاصل تھی اور اقوام عالم میں ہم احترام کے بلند ترین رتبے



نوناہال سیرت کانفرنس

راولپنڈی میں

محترم پیر اظہار بخاری،

محترم میاں صدیق اکبر

اور نوناہال تقریر کر رہے ہیں۔

☆

پرفائز تھے۔ اپنے اپنے طرز عمل کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا آج ہم  
حُب رسولؐ کا حق ادا کر رہے ہیں۔

محترم صدیق اکبرؒ نے کہا کہ نبی کریمؐ سے ہماری محبت صرف قولی ہی ہے،  
کیوں کہ ہم اپنے عمل سے ان سے محبت کا ثبوت نہیں دیتے۔ ہم آج مختلف فرقوں میں  
بٹ کر ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔ ہم اخلاقی پستی کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔

محترم پیر اظہار بخاریؒ نے کہا کہ حضور اکرمؐ نے تبلیغ شروع کرنے سے پہلے اپنا  
کردار پیش کیا، آج ہم ان کے پیروکار ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں، مگر ایک دوسرے کا  
مذاق اڑاتے ہیں۔ آپؐ نے محبت سے دشمنوں کو بھینٹا، آپؐ کی ذات پاک مجسم محبت  
تھی، مگر ہم لوگ مسجدوں میں خود کش دھماکے کرتے ہیں۔

اس موقع پر طالبات نے قصیدہ بردہ شریف پیش کیا۔ محمد فیضان جاوید، لاریب  
زہرہ وساتھی طالبات، مناعل شہزادی وساتھی طالبہ، قدسیہ نیلم وساتھی طالبہ فائقہ مظہر نے  
پرسوزنعتیں پیش کیں۔ مہمان خصوصی پیر اظہار بخاریؒ اور میاں صدیق اکبرؒ نے نوناہالوں  
میں انعامات تقسیم کیے۔ آخر میں ملک ملت کی سلامتی وبہتری کے لیے خصوصی دعا کی گئی۔

☆☆☆



**BAKE  
PARLOR**

**BAKE  
PARLOR**

Come and Join  
Cooking Classes with  
Chef Mehboob Khan

ہمارے

والدہ اور بچے

کی ترقی کا راستہ

میں ہے

فوری

اگر

Bake Parlor Mills, 1st, 2nd

# پھول نگر

محمد شعیب خان



پھول نگر ایک بڑا امن گاؤں تھا۔ اس سے ذرا فاصلے پر ایک گھنا جنگل ہے۔ اس جنگل میں جگہ جگہ پانی کھڑا رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہاں ہر وقت ناگوار سی بو پھیلی رہتی ہے۔ جنگل میں ایک تاریک غار بھی موجود ہے۔ اس وقت غار کے آخری سرے پر برائی کی تمام طاقتیں جمع تھیں۔ ایک طرف ساری بہنیں نفیست، نفرت، مصیبت، چوری، بے ایمانی، لڑائی، دھمکا دہی، گندگی، سستی، خوشامد، لالچ، وعدہ خلافی اور دوسری طرف اُن کے بھائی غصہ، جھوٹ، حسد، فریب وغیرہ جمع تھے۔ وہ بڑھ چڑھ کر اپنی کارستانیوں کے قصے سنارہے تھے۔ ان کے شور میں کان پڑی آواز

اپریل ۲۰۱۵ عیسوی

۶۹

ماہ نامہ ہمدرد نونہال

ہمدرد کا

میں فو لاد

مضبوط رکھے جیسے فو لاد

بچوں بڑوں میں سبھی کے لئے نہایت مفید و موثر

ہستی و جسمانی طاقت کے لئے ہمدرد کا فو لاد

میں فو لاد میں فو لاد کے لئے فو لاد

شکریہ ادا کر کے ان کو بچاؤ و بچہ

بڑی فو لاد

بڑی فو لاد میں فو لاد

بڑی فو لاد میں فو لاد





سنائی نہیں دیتی تھی۔ اس وقت ان سب کو اپنے سردار ”شیطان“ کا انتظار تھا۔ شیطان بہت وعدہ خلاف تھا، وہ ہمیشہ دیر کر دیتا تھا۔ جب ساری برائیاں انتظار کر کے تھک گئیں، تو شیطان کی آمد کا اعلان ہوا۔ شیطان کے غار میں داخل ہوتے ہی بدبو کے بھکے ہر طرف پھیل گئے۔ آج کے اجلاس میں اُس کو ”پھول نگر“ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنانا تھا، جو اچھا نیاں کام مرکز تھا۔

”پھول نگر“ ایک سرسبز و شاداب قصبہ ہے۔ یہاں کے لوگ بہت سادہ اور پرسکون زندگی بسر کرتے ہیں۔ زیادہ تر لوگوں کا پیشہ کھیتی باڑی ہے۔ کچھ لوگ تجارت اور دوسرے پیشوں سے وابستہ ہیں۔ سارا گاؤں ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شامل ہوتا ہے۔ گاؤں کے آس پاس کھیت ہیں، جہاں لوگ فصلیں اگاتے اور اپنے





#ServisFunAndLearn - [www.servis.com](http://www.servis.com)

**Servis**  
EVER-ON

جانوروں کے لیے چارہ بھی حاصل کرتے ہیں۔ کھیتوں سے ذرا ہٹ کر ایک پکی سڑک ہے۔ اس کے ذریعے سے لوگوں کا شہر سے رابطہ رہتا ہے۔ یہاں لوگوں کے گھر بڑے خوب صورت ہیں۔ ہر گھر کے سامنے چھوٹے چھوٹے باغیچے بنے ہوئے ہیں۔ ان میں لگے پھلوں اور پھولوں کے قیمتی درخت اور پودے خوب پھل پھول دیتے ہیں۔ صفائی اور صحت مند ماحول نے یہاں کے لوگوں کی زندگی کو خوش گوار بنا دیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے نیکی کی تمام قوتیں اس گاؤں میں اکٹھی ہو گئی ہیں۔

”شیطان فوج“ پھول گھر کی سرحد سے اندر داخل ہو گئی۔ بچوں میں تھوڑی ضد ہوتی ہے، اس لیے شیطان فوجوں نے سب سے پہلے ان کو ہدف بنانے کا فیصلہ کیا۔ وہ سمجھ گئے کہ بچے چاہیں تو ہر کام ممکن بنا سکتے ہیں۔ شیطان فوج میں سے، سب سے پہلے سُستی کو میدان میں اتارا گیا۔ وہ بڑے عزم کے ساتھ بچوں پر حملہ کرنے پہنچ گئی۔

گاؤں کے بچے صبح سویرے اُنھنے کے عادی تھے۔ وہ سب سے پہلے گھر والوں کو سلام کرتے۔ پھر دانت صاف کرتے اور منہ ہاتھ دھو کر ناشتا کرتے۔ کچھ دنوں سے بچوں میں سُستی پھیلنے لگی تھی۔ اُن کو صبح کے وقت زبردستی اُٹھایا جاتا۔ اسکول جانے میں اکثر دیر ہو جاتی۔ قرآن پاک پڑھنے جاتے تو بیٹھے بیٹھے اُدھکھنے لگتے۔ سُستی، بڑی تیزی سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہی تھی۔ اُس نے اپنی مدد کے لیے فوراً گندگی کو پہنچنے کے لیے کہا۔ گندگی اپنی تمام فوج کے ساتھ سُستی کی مدد کو پہنچ گئی۔ اس نے بچوں پر تازہ توڑ حملے شروع کر دیے۔ ایک تو سُستی نے انھیں

سُست بنا دیا تھا، اب وہ دانت صاف کرنے میں ٹال مٹول کرنے لگے۔ بس کھٹی کر کے اُٹھ جاتے۔ اب گندگی کے حملے سے نڈھال ہو کر ہاتھ صابن سے دھونے کے بجائے، ایک دو بار صرف پانی سے دھو لیتے۔ گھر اور سکول میں چیزیں کھا کر بچا کھچا جہاں جی چاہتا پھینک دیتے۔ کوڑا پھینکنے میں بھی بے احتیائی ہونے لگی اور مخصوص جگہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر پھینک دیتے۔ اس وجہ سے ہر طرف گندگی پھیلنے لگی اور مارا پھول گمر، کوڑے دان لگنے لگا۔

برائیوں کی فوج کا سربراہ ”شیطان“ یہ سب دیکھ کر بہت خوش تھا۔ اُس نے سُستی اور گندگی، دونوں بہنوں کو شاباش دی۔ بہنوں کی کامیابی دیکھتے ہوئے اُن کا بڑا بھائی بھی غصہ میدان میں آگیا۔ اُس نے اپنے کارنامے دکھانے کے لیے شیطان سے احازت چاہی۔ غصے نے سب سے پہلے ایک بڑے میاں پر حملہ کیا۔ وہ نماز ادا کر کے گھر جا رہے تھے۔ انھوں نے پڑوسی کے بیٹے کو اپنے گھر کے سامنے کوڑا پھینکنے دیکھ لیا تھا۔ غصے نے فوراً بڑے میاں پر حملہ کر دیا۔ بڑے میاں نے سوچا، اگر میں یہ کوڑا اٹھا کے واپس اُن کے گھر پھینک دوں، تو انھیں چا چلے گا۔ انھوں نے کوڑا اٹھایا اور جیسے ہی پڑوسی کے گھر کی طرف پھینکنے لگے، تو غصے کی گرفت اُن پر ذرا ڈھیلی پڑ گئی۔ اسی لمحے بڑے میاں نے سوچا، ہمارے نبیؐ پر تو ایک بڑھیا روز کوڑا پھینک دیتی تھی اور انھوں نے اُس کو بھی برا بھلا تک نہیں کہا، میں تو اُن کا معمولی ساماننے والا ہوں۔ یہ سوچ کر وہ واپس پلٹے اور کوڑا دان کی طرف چل دیے۔ شیطان نے غصے کو اُس کی ناکامی پر ڈانٹا۔ اس وقت ”مکاری“ شیطان کے قریب بیٹھی تھی۔ اُس نے

غصے کو بچوں پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا۔

گندگی اور سُستی تو پہلے ہی ”پھول نگر“ کے لوگوں پر اپنا اپنا وار کر چکی تھیں، اس لیے بچے گندی چیزیں کھانے لگے تھے۔ ایک دن اسکول کے ایک طالب علم نے آکس کریمی کی تو سُستی کی وجہ سے آکس کریم دوسرے بچے کے کپڑوں پر گر گئی۔ غصہ موقع کی تاک میں تھا، فوراً انھیں بہکانے لگا۔ غصے نے جب دیکھا کہ سُستی کی وجہ سے بات آگے نہیں بڑھ رہی، تو فوراً لڑائی کی مدد طلب کی۔ لڑائی نے ایک لمحے کی دیر نہ کی۔ اب وہ دونوں بچوں کے اوپر سوار ہو گئی۔ بچے آپس میں الجھنے لگے۔ اُن کے دوست بھی مدد کو پہنچے اور اسکول میدان جنگ کا منظر پیش کرنے لگا۔ بات بڑھی اور بچوں کے والدین تک پہنچی۔ پھر ”پھول نگر“ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ تھانے میں لڑائی جھگڑے کا مقدمہ درج ہوا۔ غصے نے لوگوں کی عقل پر پردہ ڈال دیا تھا۔ وہ معمولی معمولی باتوں پر آپس میں لڑنے لگتے۔

شیطان اپنی تمام قوتوں کے ساتھ بیٹھا جشن مناتا رہا تھا۔ اُس کے چیلے پھول نگر میں کامیابیاں حاصل کر رہے تھے۔ اب اُس نے تمام برائیوں کو مل کر پھول نگر پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ جھوٹ، نفرت، غیبت، لالچ، چوری، بے ایمانی، مکاری اور باقی ساری برائیوں نے اپنی تمام حفاظتوں کے ساتھ پھول نگر کی راہ لی۔ صرف ایک مہینے بعد ”پھول نگر“ اجڑا اجڑا سا نکلنے لگا۔ چند مہینوں میں ملک کے باقی علاقوں میں پھیلی برائیوں کی طرح یہاں بھی ہر قسم کی برائی نظر آنے لگی۔ جب کسی بستی میں ایک نیک شخص بھی نہ رہے، تو اُس پر اللہ کا عذاب ضرور آتا ہے۔ لیکن پھول نگر ابھی عذاب



سے محفوظ تھا۔ یہ نیک انسان، حید صاحب تھے۔ برائیوں نے اُن کے گھر میں گھسنے کی سرتوڑ کوشش کی، مگر ناکامی اُن کا مقدر رہی۔ وہ ہر نیک کام میں آگے آگے رہتے تھے، خاموشی سے غریبوں کی مدد کرتے تھے۔ شاید اسی لیے حید صاحب کے گھر کے تمام افراد گاؤں میں پھیلی برائیوں سے محفوظ تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا، جیسے نیکی کی تمام قوتیں حید صاحب کے آگہن میں جمع ہو گئیں ہوں۔

نیکی کی قوتوں نے پھول نگر کو اچانک اجڑتے دیکھا، تو اس میں حید صاحب کو شیطانِ طاقتوں کا ہاتھ نظر آیا۔ نیکی کی قوتیں سچ، پیار، محبت، احترام، خیرات، ہمدردی، بھائی چارہ، صفائی، برداشت، سخاوت وغیرہ حید صاحب کی بینک کی بیٹھک میں جمع ہوئیں۔ اُن کے وجود سے کمرافوشبوؤں سے معطر ہو گیا۔

سچ نے سب کو مخاطب کیا: ”ہمارا کام معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں کو منہ توڑ جواب دینا ہے۔“ ”پھول نگر“ جو پہلے جنت کا نمونہ تھا، تھوڑے سے وقت میں برائیوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ کیا آپ سب ان برائیوں کو شکست دینے کے لیے تیار ہیں؟“

سب نے مل کر جواب دیا: ”ہم سب تیار ہیں!“

”تو پھر تمھارا سب مل کر جھوٹ، نفرت، حسد، غیبت، بدتمیزی، لڑائی، گندگی، بے ایمانی اور بھڑکی وغیرہ پر نوٹ پڑو!“ سچ نے جذباتی لہجے میں کہا اور سب نیکیاں اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ پھول نگر میں پھیل گئیں۔

حید صاحب نے بیوی سے کہا: ”آج چھٹی کا دن ہے۔ میں نے فیصلہ کیا

ہے کہ ہم سب مل کر قصبے میں پھیلی برائیوں کے خاتمے کے لیے آگے بڑھیں۔“

بیوی نے پوچھا: ”ہمیں کیا کرنا ہوگا؟“

حمید صاحب نے جواب دیا: ”سب سے پہلے ہم اپنے قصبے میں صفائی کریں!“

سب گھروالوں نے جن میں اُن کے بیٹے، بہوئیں اور پوتے پوتیاں شامل

تھے، ایک جذبے کے ساتھ صفائی میں لگ گئے۔ پہلے تو گاؤں کے لوگ انھیں دیکھ دیکھ

کر ہاتھ بنانے لگے۔ لیکن جب حمید صاحب کا گھرانا چپ چاپ اپنے کام میں لگا

رہا، تو انھیں دیکھنے والے بچے اُن کا ہاتھ بنانے کے لیے آگے بڑھے۔ اس دیکھا

دیکھی میں آہستہ آہستہ اور لوگ بھی شامل ہوتے گئے اور صرف ایک دن میں پھول نگر

سے گندگی کا صفایا ہو گیا۔

صفائی کی وجہ سے لوگوں میں چستی پیدا ہوئی اور اُن کی دلی ہوئی نیکی کی قوتیں

دوبارہ بیدار ہونے لگیں۔ بچوں نے وقت پر اسکول جانا شروع کر دیا۔ پھر محبت نے

اپنا جادو دکھایا، جس سے غصے، نفرت، لڑائی جھگڑے اور حسد جیسی بُرائیاں رفتہ رفتہ

بھاگ کھڑی ہوئیں۔ آخر اس موقع پر سچ نے اپنا کاری وار کیا۔ سچ کے پہلے ہی صلے

میں جھوٹ، بے ایمانی، چوری، خلیعت اور دوسری برائیاں چھنی چنگھاڑتی اپنی موت

آپ مرنے لگیں۔ دھیرے دھیرے وقت گزرتا گیا اور آج ”پھول نگر“ اپنی پہلی

حالت پر آکر جنت کا نمونہ بن چکا ہے۔

☆☆☆

اپریل ۲۰۱۵ عیسوی

۷۷

ماہ نامہ ہمدرد نوئہال

دین کی باتیں آسان زبان میں سمجھانے والی کتاب

## نونہال دینیات

تعلیم و تربیت کی غرض سے بچوں کو ابتدا ہی سے دین سے روشناس کرانے اور دین کی ضروری باتیں ان کے ذہن نشین کرانے کے لیے ایک مختصر کتاب، جس سے گھر میں رو کر بھی بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کی جاسکتی ہے۔ بچوں کی عمر اور قدم بہ قدم بڑھتی ہوئی سوچ کے لحاظ سے اس کتاب کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر حصہ رنگین، خوب صورت ٹائٹل کے ساتھ اور ہر پہ انتہائی کم کہ نیچے بھی اپنے "جیب فری" سے اسے حاصل کر سکتے ہیں۔

بچوں کے علاوہ بڑے بھی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

ہر حصہ اول - ۱۵ روپے / ہر حصہ دوم - ۲۰ روپے / ہر حصہ سوم - ۲۰ روپے / ہر حصہ چہارم - ۳۰ روپے  
ہر حصہ پنجم - ۲۵ روپے / ہر حصہ ششم - ۲۵ روپے / ہر حصہ ہفتم - ۳۰ روپے / ہر حصہ ہشتم - ۲۰ روپے

## عربی زبان کے دس سبق

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی نے صرف دس اسباق میں عربی زبان سیکھنے کا نہایت آسان طریقہ لکھا ہے، جس کی مدد سے عربی زبان سے اتنی واقفیت ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم سمجھ کر پڑھ لیا جائے۔ اس کے علاوہ کتاب میں رسالہ ہمدرد نونہال میں شائع شدہ عربی سکھانے کا سلسلہ

## عربی زبان سیکھو

بھی شامل ہے، جس سے کتاب زیادہ مفید ہو گئی ہے۔

عربی سیکھ کر دین کا علم حاصل کیجیے

۹۹ صفحات، خوب صورت رنگین ٹائٹل۔ قیمت صرف پچھتر (۷۵) روپے

ملنے کا پتا: ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰



لکھنے والے نو نہال

## نو نہال ادیب

اورنگ زیب، ٹنڈو محمد خان سید و مبین فاطمہ عابدی، پنڈ وادان خان

عبداللطیف چاچہ - کشمور مسامہ ظفر راجہ، میرائے عالمگیر

محمد الیاس چٹا - ضلع بہیل عافیہ نواز، ملک وال

تھے۔ ساری زندگی آپ کی زبان مبارک سے سچ کے سوا کوئی بات نہیں نکلی۔ آپ کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے اور ہر ایک سے بڑی محبت اور نرمی سے گفتگو فرماتے تھے۔

دشمنوں کے حق میں بددعا کرنا انسان کی فطری عادت ہے، مگر نبی کریم کے رحم و شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپ دشمنوں کو بھی دعائے خیر سے یاد فرماتے تھے۔ جنگ اُحد میں دشمنوں نے پتھر پھینکے، تیر برسائے، گولیوں میں چلائیں۔ دُعا ان مبارک شبید ہو گئی۔ ان سب حملوں کا وار رحمۃ عالم، محسنِ انسانیت نے جس ڈھال

## محسنِ انسانیت ﷺ

اورنگ زیب، ٹنڈو محمد خان

ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمام اچھی عادتیں، خوبیاں اور بھلائیاں جمع تھیں۔ آپ نے زندگی کے ہر معاملے میں سیدِ عبادت دکھایا۔

ہمارے رسول پاک کے اخلاق سب لوگوں سے اچھے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: ”تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق بلند ہوں۔“ آپ بڑے خوش اخلاق اور نرم مزاج تھے۔ ہمیشہ سچ بولتے

اپریل ۲۰۱۵ عیسوی

۷۹

ماہ نامہ ہمدرد نو نہال



سے روکا، وہ یہ دعا تھی: ”اے اللہ! ان کو

ہدایت دے، یہ نادان ہیں۔“

جن بے کس لوگوں کا کوئی سہارا نہیں

ہوتا تھا، ہمارے رسول پاکؐ ان کا سہارا

بن جاتے تھے اور ہر طریقے سے ان کی مدد

کرتے تھے۔ یتیم بچوں کا بہت خیال رکھتے

تھے۔ خود بھی ان کی مدد اور سرپرستی فرماتے

تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے

تھے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ اس گھر کو

بہت پسند کرتا ہے، جہاں یتیم کی عزت کی

جائی ہے۔ ہمارے رسول پاکؐ اپنے

دوست دشمن، مسلم غیر مسلم، امیر غریب ہر

ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتے

تھے۔ آپؐ صفائی اور پاکیزگی کا بہت

خیال رکھتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ پاک صاف

رہتے۔ آپؐ کا لباس اگرچہ بہت سادہ

ہوتا، لیکن صاف ستھرا ہوتا تھا۔

بچوں سے آپؐ کو بہت محبت تھی۔

آپؐ کہیں جا رہے ہوتے اور راستے میں

بچے مل جاتے تو آپؐ مسکراتے ہوئے

نہایت محبت سے انھیں سلام کرتے۔ پھر

ان سے پیار بھری باتیں کرتے، ان کو گود

میں اٹھاتے کھانے کی چیزیں دیتے۔ اگر

کوئی شخص آپؐ کی خدمت میں فصل کا نیا

میوہ بیڑا کرنا تو آپؐ سب سے پہلے اسے

نئے بچوں میں بانٹتے تھے۔ آپؐ بیمنوں

کے بچوں سے بھی بہت اچھا برتاؤ کرتے

تھے اور کافروں کے بچے بھی دوڑ دوڑ کر

آپؐ کے پاس آتے تھے۔ جب کافروں

سے جنگ ہوتی آپؐ صحابہؓ کو حکم دیتے

کہ دیکھو کسی بچے کو مت مارنا۔ وہ بے گناہ

ہیں۔ انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

آپؐ فرماتے تھے: جب وعدہ کرو تو ہو گئے۔ اس مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کرو۔ مہمان کی عزت اور مسلمانوں کو سرسید احمد خان جیسا رہنما عطا خدمت کرو۔ ماں باپ کا ادب کرو۔ ان کی خدمت کرو۔ غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد کرو۔ تمام کاموں میں میانہ روی بہتر ہے۔ ہمیشہ کچھ بھوک رکھ کر کھاؤ۔ لالچ نہ کرو۔ خدا کے تحفے جو دیا ہے اس پر راضی رہو۔

آپؐ کی پیاری باتوں پر عمل کر کے ہر شخص اپنی زندگی سنوار سکتا ہے اور زندگی کے ہر میدان میں کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔

## قرار داد لاہور

عبداللطیف چاچہ۔ کشمور

پاکستان بننے سے پہلے چوں کہ انگلش اگت تھا۔ ان کے بعد مسلمانوں کی انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی، اس لیے وہ مسلمانوں کے سخت مخالف تھے، قائد اعظم محمد علی جناح نے سنہ ۱۹۳۱ء میں آپ کے ساتھ بہت سے دیگر

رہنماؤں نے بھی مسلمانوں کی آزادی کے لیے تحریک میں حصہ لیا۔

## قدرت کا انصاف

محمد الیاس چٹا۔ ضلع لہیلہ

۲۳۔ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے منٹو پارک ( موجودہ اقبال پارک ) میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کا ایک جلسہ ہوا۔ اس جلسے کی قیادت قائد اعظمؒ نے کی۔ اس جلسے میں پورے ہندستان کے مسلمانوں نے شرکت کی اور ایک قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ ہندستان کے دو علاقے جہاں مسلمان زیادہ تعداد میں آباد ہیں، وہاں مسلمانوں کے لیے پاکستان کے نام سے ایک الگ ملک بنایا جائے۔ اس قرارداد کو ”قرارداد لاہور“ کا نام دیا گیا۔ اس قرارداد کے بعد مسلمانوں کے جوش و جذبے سے سات سال کے عرصے میں پاکستان وجود میں آ گیا۔

”صاحب! باہر آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔“ نوکر نے سینھ ارشد کو اطلاع دی۔

”اندر بھیج دو۔“ سینھ نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد باہر ایک آدمی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ باہر کے ساتھ آنے والا شخص سینھ صاحب کے لیے اجنبی تھا۔

سینھ صاحب! آپ کو کسی نئے آدمی کی تلاش تھی۔ وہ میں لے آیا ہوں۔“

سینھ ارشد کو ایسے شخص کی ضرورت تھی، جو اس ملک میں تباہی مچا سکے۔

کیا نام ہے تمہارا؟ سینھ ارشد نے اجنبی سے پوچھا؟

”گل خان نام ہے میرا اور میں باہر کے رشتے کا بھائی ہوں۔“

کیا تم نے اس کو وہ کام بتا دیا ہے؟

سینھ صاحب! گل خان بھروسے کا

آدمی ہے۔ میں نے گل خان کو سب کچھ بتا دیا ہے۔" باہر نے جواب دیا۔ پھر اسپتال کا راستہ بتانے لگا۔ آگے ایک اچھا، تم جاؤ۔ اب گل خان کی نوکری پکی۔ سینھ نے کہا۔

انگلے دن سینھ ارشد نے گل خان کو دو ٹائم بم دیتے ہوئے کہا۔ یہ دو ٹائم بم ہیں۔ گھدے لے لیں صاحب، بالکل تازہ ہیں۔ ابھی لایا ہوں۔"

سینھ صاحب نے گل خان کو ٹائم بم چلانے کا طریقہ بتا دیا۔ گل خان کے جانے کے بعد سینھ ارشد اپنے ایک بیمار دوست کی عیادت کے لیے ہسپتال جانے کے لیے نکلے۔ اور گل خان نے وہ دو بم موقع پا کر پھولوں کی دکان میں ایک گھدے میں رکھ دیے اور وہاں سے واپس چل دیا۔ راستے میں اسے سینھ صاحب مل گئے، جو اپنے دوست کے گھر جارہے تھے۔ انھوں نے گل کو دیکھ کر

آواز دی اور ڈرائیونگ کرنے کو کہا، پھر اسپتال کا راستہ بتانے لگا۔ آگے ایک سنگٹل پر گاڑی رکھی تو سینھ صاحب کی نظر ایک لڑکے پر پڑی جو ہاتھوں میں گھدے لیے ہوئے گھبراہٹا تھا: "تازہ پھولوں کے گھدے لے لیں صاحب، بالکل تازہ ہیں۔ ابھی لایا ہوں۔"

سینھ ارشد نے اپنے دوست کے لیے دو گھدے خرید لیے۔ اتن میں سنگٹل کھلا تو گاڑی آگے چل پڑی۔ ابھی دو منٹ ہی گزرے تھے کہ سینھ ارشد کی گاڑی میں لگاتار دو دھماکے ہوئے اور گاڑی سمیت سینھ ارشد اور گل خان کے پرچھے اُڑ گئے۔

گھدے بیچنے والا وہ لڑکا گھدے سے شامی مارکیٹ کی اسی دکان سے خرید کر لایا تھا، جہاں گل خان نے بم نصب کیے تھے۔



## سیاہ سفید بلخ

تاریکی میں جب سب پرندے سو جاتے  
اور اسے دیکھنے والا کوئی نہ ہوتا تو وہ سوچتی  
کہ اس کا رنگ سیاہ کیوں ہے؟ اور اکثر  
سوچتی کہ اگر اس کا رنگ بھی سفید ہوتا تو  
لوگ اس کی بھی تعریف کرتے۔

اس پارک میں روزانہ بے شمار لوگ  
شام کی سیہ کے لیے آتے تھے۔ ایک روز  
ایک چھوٹی سی بچی اپنے امی ابو کے ساتھ  
اس باغ کی سیر کو آئی۔ یہ بچی اپنے ماں  
باپ کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ اس بچی  
نے جب اس سفید بلخ کو دیکھا تو حدی کی  
بلخ اسے چاہیے۔ ماں باپ نے اسے  
بہت سمجھایا کہ یہ بلخ اسے نہیں مل سکتی، لیکن  
اس نے رو بہ شروع کر دیا۔ بچی کے ماں  
باپ مجبور ہو کر پارک کی انتظامیہ کے پاس  
چلے گئے۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد  
سفید بلخ نے ایک بار پھر اپنی تعریفوں کا  
پٹا رکھول دیا۔

سیدہ مبینہ فاطمہ عابدی، پنڈ دادون خان  
ایک خوب صورت پارک کے صاف  
و شفاف تالاب میں دو بلخیں رہا کرتی  
تھیں۔ بلخیں جسامت میں تو تقریباً یکساں  
تھیں، لیکن ان کے رنگ میں زمین آسمان  
کا فرق تھا، یعنی ایک کا رنگ دودھ کی  
طرح سفید اور دوسری کا بالکل سیاہ تھا۔  
سفید بلخ اپنے دو دھیانگ کی وجہ سے  
اپنے آپ کو بہت خوب صورت سمجھتی اور  
کثرت سیاہ بلخ سے کہتی: ”میرا رنگ تو بالکل  
دودھ کی طرح ہے۔ میں روزانہ تالاب  
میں غوطے لگاتی ہوں اور نہلاتی بھی ہوں۔  
اسی لیے میں تم سے الگ نظر آتی ہوں۔  
یہاں آنے والے لوگ بس مجھے ہی دیکھتے  
ہیں اور بس میری ہی تعریف کرتے ہیں۔“  
سیاہ بلخ کچھ نہ کہتی، اہستہ رات کی

ابھی وہ اپنی تعریفیں کرنے میں مصروف تھی کہ وہ لوگ دوبارہ وہاں آن پہنچے۔ اس دفعہ ان کے ساتھ انتظامیہ کا ایک ملازم بھی تھا۔ بچی کے والدین نے سفید بٹخ مناسب رقم ادا کر کے خرید لی تھی۔ اب وہ آدمی تالاب میں اتر کر بٹخ کو پکڑنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے بہت جدوجہد کے بعد سفید بٹخ پکڑ کر ایک سوراخ دار لفافے میں ڈالی اور بچی کے حوالے کر دیا۔ بچی اس بٹخ کو پا کر بے انتہا خوش تھی اور چپک رہی تھی۔ اس بچی نے بٹخ کو لا کر ایک خوب صورت سنہرے پنجرے میں بند کر دیا۔ شروع کے چند دن تو اس بچی نے بٹخ کا بہت خیال رکھا، لیکن رفتہ رفتہ اس کی دل چسپی بٹخ میں کم ہونے لگی۔ آخر وہ اسے بالکل بھول گئی۔ اب سفید بٹخ کا یہ حال تھا کہ وہ میلی کچیلی سارا دن پنجرے میں بند رہتی اور ادھر سیاہ بٹخ

تالاب کے صاف و شفاف پانی میں غوطہ لگاتی۔ تازہ مچھلیاں کھاتی اور اللہ کا شکر ادا کرتی کہ اللہ نے اسے سیاہ رنگ سے نوازا ہے، ورنہ شاید آج وہ بھی کسی پنجرے میں سفید بٹخ کی طرح قید کی تکلیفیں جھیل رہی ہوتی۔

### گبریل

اسامہ ظفر راجا، مراٹھے عالمگیر گبریل ایک گند اکیرا ہے۔ ہندوئی میں رہتا ہے اور اسی کو کھاتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی آدمی نے اس گندے کیڑے کو دیکھ کر کہا: ”اللہ تعالیٰ نے بھلا اس کیڑے کو کس لیے پیدا کیا ہے؟ کیا اس کا بھی کوئی فائدہ ہے؟“

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک دن کسی طرح وہ زخمی ہو گیا۔ اس نے بہت علاج کرائے، لیکن زخم ٹھیک نہیں ہو سکا۔ ایک دن اس کے پاس کسی

سورخ دار لفافے میں ڈالی اور بچی کے حوالے کر دیا۔ بچی اس بٹخ کو پا کر بے انتہا خوش تھی اور چپک رہی تھی۔ اس بچی نے بٹخ کو لا کر ایک خوب صورت سنہرے پنجرے میں بند کر دیا۔ شروع کے چند دن تو اس بچی نے بٹخ کا بہت خیال رکھا، لیکن رفتہ رفتہ اس کی دل چسپی بٹخ میں کم ہونے لگی۔ آخر وہ اسے بالکل بھول گئی۔ اب سفید بٹخ کا یہ حال تھا کہ وہ میلی کچیلی سارا دن پنجرے میں بند رہتی اور ادھر سیاہ بٹخ

دوسرے گاؤں سے کوئی صاحب ملے  
آئے۔ وہ حکیم بھی تھے۔ زخم دیکھ کر  
انھوں نے کہا: ”گہریلا لاؤ۔“

گہریلا کا نام سن کر اس کے بارے  
میں کئی بات اسے یاد آئی تو وہ چونک پڑا۔  
حکیم صاحب نے گہریلا کو جلا کر اس کی  
راکھ زخم پر چھڑک دی۔ چند روز بعد اللہ  
کے حکم سے زخم ٹھیک ہو گیا۔ تب اس نے  
اپنا یہ واقعہ دوسروں کو سنایا۔ واقعہ سنا کر  
کہنے لگا: ”اللہ تعالیٰ مجھے یہ دکھانا چاہتا تھا  
کہ اس کائنات میں کوئی حقیر مخلوق بھی بے  
کار پیدا نہیں کی گئی۔ گہریلا جیسی غلیظ مخلوق  
بھی اتنی بڑی دوا کا کام دے سکتی ہے۔“

## وقت کی قدر

عافیہ نواز ملک وال

حرا اپنے ماں باپ کے ساتھ شہر میں رہتی  
تھی۔ چوتھی جماعت کا امتحان دے چکی تھی۔ وہ  
اب تک ہر جماعت میں اول آتی تھی۔

اس کی سب سہیلیوں کے پاس کمپیوٹر  
تھا۔ وہ سوچتی کہ کاش! میرے پاس بھی  
کمپیوٹر ہوتا۔ اس نے ایک بار اپنے والد  
سے کہا تھا تو انھوں نے کہا: ”اگر تم اس بار  
اول آئیں تو تمہیں ضرور لے دوں گا۔“  
یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئی، کیوں کہ  
اس نے بہت محنت کی تھی ورنہ اسے یقین تھا  
کہ وہ اس بار نہر وراول آئے گی۔

چوتھی جماعت کا نتیجہ آ گیا۔ اس بار  
حرا اول آئی تھی۔ اسی دن شام کو حرا کے  
والد ایک اچھا سا کمپیوٹر لے آئے۔ حرا  
کمپیوٹر دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔

اب وہ پانچویں جماعت میں تھی۔  
کچھ دن بعد سام کو حرا کی امی نے دیکھا کہ  
حرا کہیں جا رہی ہے۔ انھوں نے پوچھا:  
”حرا! تم کہاں جا رہی ہو؟“

حرا نے کہا: ”میں اپنی سہیلی ردا کے

گھر جا رہی ہوں۔ ہماری ایک سہیلی کی سالگرہ آ رہی ہے۔ میں ردا سے کمپیوٹر پر کو بارہ بجے کے قریب سوئی۔

کارڈ بنانے کا طریقہ دیکھنے جا رہی ہوں۔“ صبح جب وہ اُنھی تو آٹھ بج چکے اس کی امی نے کہا: ”تم نے اپنا ہوم ورک کر لیا ہے؟ حرا نے کہا: بعد میں کر لوں گی۔“ یہ کہہ کر وہ باہر چلی گئی۔

حرا جب گھر پہنچی تو اس کی امی نے کہا: حرا اپنا ہوم ورک کر لو بیک میں رات کا کھانا بناتی ہوں۔“

حرا نے کہا: ”میں بہت تھک چکی ہوں۔ آپ کھانا بنالیں میں منہ ہاتھ دھو کر آتی ہوں۔“

اس کی امی نے پوچھا: ”تم اپنا ہوم ورک کب کرو گی؟“

”اگر ایک دن نہ بھی کیا تو کچھ نہیں کھیلنے لگی۔ امی نے دیکھا تو کہا: ”حرا! یہ کیا ہوگا۔“ حرا نے منہ بنا کر کہا: ”ماما! کچھ دن پہلے ہی تو کمپیوٹر آیا ہے۔ تھوڑی دیر کھیلنے دیں۔“

کپڑے تبدیل کرو بعد میں گیمز کھیلتا۔“



حرا نے کہا: ”ماما! میری سنبلی نے مجھے اس نے اسی طرح گزار دیے۔

مزید ویب سائٹ بتائی ہے۔ میں وہ تلاش کر لوں، اس کے بعد باقی کام کر لوں گی۔“  
امی نے کہا: ”یہ غلط بات ہے، جلدی نے سچ ہی کہا ہے کہ دعا کے ساتھ ساتھ دوا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ وہی ہوا جو

جب اس کے ابو گھر آئے۔ اس ہوا تھا۔ نتیجہ آیا تو وہ بہت کم نمبروں سے وقت بھی حرا کیپوٹر ہی چلا رہی تھی۔ انھوں نے بھی کوئی دھیان نہ دیا۔ بس اب تو حرا کو کھلی چھٹی مل گئی تھی۔

آخر اس کے سالانہ امتحان شروع ہو گئے۔ اب حرا کو کچھ فکر ہوئی تو اس نے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ کیپوٹر میں غم ہو کر اس نے خود کو تباہ کر لیا ہے۔ اس نے عہد کیا کہ اگلی بار وہ ضرور محنت کرے گی اور اپنی اصلی منزل پائے گی۔ اس نے محنت شروع

کردی اور جب سالانہ امتحان کا نتیجہ آیا تو اس کے چہرے پر ذرا بھی حسرت نہیں تھی، حرا نے ان دنوں میں بھی نہ پڑھنے کا فیصلہ کیا اور آرام سے لیٹ گئی۔ یہ دو دن بھی

☆☆☆



مسکراتی

لکیریں



ایک بوڑھا آدمی دفتر کے منیجر سے: ”آپ کے ہاں میرا پوتا رشید کام کرتا ہے، کیا میں اس سے مل سکتا ہوں؟“  
 منیجر: ”مجھے افسوس ہے، وہ دادا کے جنازے میں شرکت کے لیے تھوڑی دیر پہلے ہی گیا ہے۔“

مرسلہ: سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن

اپریل ۲۰۱۵ عیسوی

۸۹

ماہ نامہ ہمدرد نونہال

THE BLOOD PURIFIER



Removes All Impurities  
(Blood Purifier)

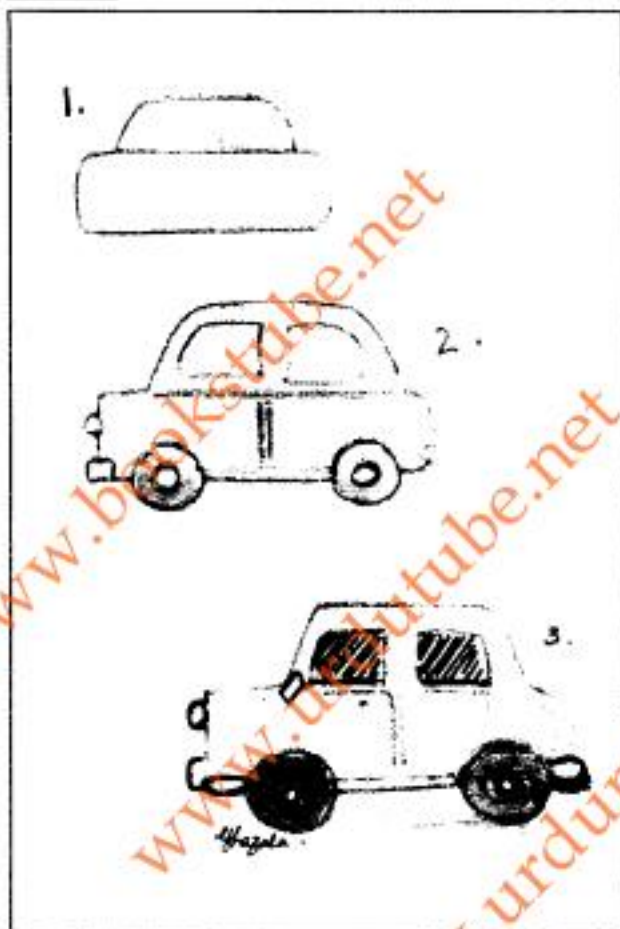
خوبصورتی جو صرف  
ظاہری ہی نہیں  
بلکہ اندرونی بھی

آپ کی اندرونی جان کو صحت مند بنائیں اور صحت مند بنیں۔  
خوبصورتی کے لیے ضروری ہے کہ اندرونی صحت مند رہے۔  
خوبصورتی کے لیے ضروری ہے کہ اندرونی صحت مند رہے۔

Safi Kafi Hai



www.bookstube.net  
www.urdutube.net  
www.urdumovies.net



آسان خاکوں  
کی مدد سے بھی  
تصاویر بنائی جاسکتی  
ہیں۔ تصویر نمبر ایک  
میں دیکھیے ایک کار  
بنانے کی ابتدا کی گئی  
ہے۔ تصویر نمبر ۲ میں  
کار کی کھڑکیاں اور  
دروازے نمایاں  
کیے گئے ہیں اور  
ساتھ ہی پہیے بھی  
لگا دیے گئے ہیں۔  
تیری تصویر میں  
خاکے کو مزید واضح

کیا گیا ہے۔ اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے دوسری تصاویر بھی بنائی جاسکتی ہیں۔ مشق  
☆ جاری رکھیے۔



**nickelodeon.**

**BUKA  
AVENGER  
SEASON 2**

**Daily at 4:30 pm & 7:30 pm**

[www.nickpakistan.tv](http://www.nickpakistan.tv)

[facebook.com/NickelodeonPakistan](https://www.facebook.com/NickelodeonPakistan)

A PART OF  
**ARY**  
DIGITAL NETWORK



پرائے نے کا ذکر ہے۔ کسی ملک کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک بڑھیا اپنے اکلوتے بیٹے کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ گاؤں کے قریب ہی ایک گھنا جنگل تھا، جس میں طرح طرح کے بہت سے جانور موجود تھے، لیکن حیرت کی بات تھی کہ ان میں ایک بھی خونخوار جانور نہیں تھا۔ ان جانوروں کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہ انسانوں کی طرح بات چیت کر سکتے تھے۔

ایک دن کچھ ایسا ہوا کہ بڑھیا کا لڑکا جنگل کے قریب آم کے ایک گھنے درخت کے نیچے بیٹھا اپنا چاقو تیز کر رہا تھا، اسے ایک بھونرے نے نہ جانے کیوں تنگ کرنا شروع

کر دیا۔ پہلے تو لڑکے نے منہ سے ہش ہش کی آواز نکال کر بھونرے کو بھگانے کی کوشش کی، جب وہ نہ مانتا تو لڑکے نے غصے میں آ کر اپنا چاقو بھونرے کو کھینچ مارا۔ اگر چاقو بھونرے کو لگ جاتا تو یقینی طور پر اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے، لیکن اس نے بڑی ہوشیاری سے خود کو بچایا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ چاقو آسمان کے درخت کی ایک پتلی سی شاخ کو کاٹا ہوا زمین پر گر گیا۔ لڑکے کی اس حرکت پر درخت کو غصہ آ گیا اور انتقاماً اس نے ایک بڑا سا آسمان لڑکے کے سر پر پکا دیا۔ لڑکا اس لرزے میں اپنا چاقو اٹھانے کے لیے اپنی جگہ سے ہٹ چکا تھا، اس لیے درخت کا پکا پایا ہوا آسمان لڑکے کے سر پر گرنے کی بجائے قریب کھڑے ایک موٹے تارے مرنے کی پیٹھ پر گر گیا۔ مرغا خوف ناک آواز میں چیخا اور خونی لگا ہوں سے درخت کو دیکھنے لگا، لیکن ظاہر ہے کہ ایک چھوٹا سا مرغا درخت کا کیا لگاڑ سکتا تھا۔ مرنے نے اپنا غصہ درخت کی جڑوں کے پاس پہنچے ہوئے چیونٹیوں کے ہزاروں گھروں پر اتارا اور انھیں تباہ کر دیا۔ چیونٹیوں کو غصہ تو بہت آیا، لیکن اب ظاہر ہے کہ وہ مرنے سے مقابلہ تو نہ کر سکتی تھیں۔ انھوں نے کتھن کی ہار کو بیٹھے ہوئے ایک سانپ پر حملہ کر دیا اور اسے کاٹ کاٹ کر برا حال کر دیا۔ سانپ نے کسی نہ کسی طرح چیونٹیوں سے نجات حاصل کی اور ان سے جنگ کرنے کی کوئی صورت نہ دیکھ کر تھوڑی دیر کھڑے ایک بڑے بکرے کی ٹانگ میں کاٹ چلے بکرا دردی شدت سے بے چین ہو کر بڑے زور سے چیخا اور فوراً جنگل میں گھس گیا۔ سانپ نے زہر کو ختم کر دینے والی جڑی بوٹیاں کھا کر جب وہ واپس لوٹا تو سانپ اپنے بیل میں گھس کر خود کو محفوظ کر چکا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ بکرے کو بھی اپنا غصہ تو کسی نہ کسی پر اتارنا ہی تھا۔ اس نے بیل کے درختوں کو اپنے طاقتور سیٹھوں سے جیسے مہس کر کے رکھ دیا۔ سیٹھ کے انھی درختوں میں ایک اُلو کا ٹھونسا بھی تھا۔ وہ اس پریشانی سے گھبرا کر اپنے ٹھونسے سے اُڑا اور ایک ہاتھی کے کان میں جا گھسا۔ ہاتھی بھلا اس مصیبت



لے لیے کہاں تیار تھا۔ وہ بہت زور سے چٹخا، جس سے ہدھواں ہو کر آلو اس کے کانوں سے نکل کر چنی جھاریوں میں چھپ گیا۔ باقی نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور زور سے زمین پر دے مارا۔ پتھر گول تھا سولہ جھٹکا ہوا بڑھیا کی جھونپڑی میں گھس اور کچھلی دیوار کو توڑتا ہوا دور نکل گیا۔ بڑھیا اس وقت جھونپڑی میں نہیں تھی ورنہ اس کا پتھر نکل گیا ہوتا۔ تھوڑی دیر بعد جب بڑھیا لوٹی اور جھونپڑی کا یہ حال دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے قریب پڑا ہوا ایک بوا سا ڈنڈا اٹھایا اور باقی پر پل پڑی۔ باقی گھبرا کر دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا۔

”کیا بات ہے بڑی بی! کیوں مار رہی ہو مجھے۔ کیا قصور کیا ہے میں نے؟“  
 ”قصور کے بچے تو نے میری جھونپڑی توڑ کر دی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا“



تو نہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ ٹو نے ہی کوئی بڑا سا پتھر اٹھا کر پھینکا ہوگا۔ چل جھونپڑی کی مرمت کر یا مرمت کے پیسے دے۔“ بڑھیا غڑائی۔

”ٹھیک ہے بڑی بی! میں نے پتھر پھینکا تھا، لیکن یہ بھی تو پوچھو، کیوں پھینکا تھا۔ اگر آلو میرے کان میں گھس کر مجھے زخمی نہ کر دیتا تو مجھے کیا ضرورت تھی پتھر پھینکنے کی۔ اصل قصور تو اس کا ہے۔“

”چل مان لیا۔ اب مجھے بتاؤ آلو مجھے کہاں ملے گا؟“

”تلاش کر لو۔ یہیں کہیں جھاڑیوں میں چھپا بیٹھا ہوگا۔“

بڑھیا نے جھاڑیوں پر دو چار ڈنڈے مارے تو آلو گھبرا کر سامنے آ گیا: ”کیوں مائی! کیا ہو گیا ہے تمہیں، کیوں میری نیند میں غلغل ڈال رہی ہو۔ تم جانتی ہو میں دن کے وقت آرام کیا کرتا ہوں۔“

”آرام کے بچے! تیری وجہ سے میری جھونپڑی تباہ ہوئی۔ چل اس کی مرمت کر یا مرمت کے پیسے دے۔“

”اس میں میرا کوئی قصور نہیں مائی! سارا قصور اس بکرے کا ہے، جس نے نہ جانے کیوں کیلے کے درختوں کے پورے ٹھنڈے کو تباہ کر دیا۔ اسی ٹھنڈے میں میرا گھونسل بھی تھا۔ میں ڈر کر بھاگا اور اتفاق سے ہاتھی کے کان میں گھس گیا۔“

”چل مان لیا۔ اب مجھے بتا، وہ منحوس بکرا مجھے کہاں ملے گا؟“

”وہ دیکھو سائے آسمان کے چڑ کے سائے میں بیٹھا جنگلی کر رہا ہے۔“

بڑھیا نے غصے میں دو ڈنڈے اسے بھی رسید کر دیے: ”چل اٹھ۔ جا کر میری جھونپڑی کی مرمت کر یا مرمت کے پیسے دے۔ ورنہ مار مار کر تیرے ہوش ٹھکانے لگا دوں گی۔ تیری وجہ سے میری جھونپڑی تباہ ہوئی ہے۔“

”اس میں میرا کوئی قصور نہیں اماں جی!“ بکرا منٹنایا: ”اگر سانپ میری ٹانگ پر نہ کاٹتا تو بھلا مجھے کیلے کے درخت کو تباہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ سارا قصور اس سانپ کا ہے۔“

سانپ قریب ہی کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ بڑھیا کو غصے میں دیکھ کر فوراً اپنے بل میں گھس گیا اور سر نکال کر باہر دیکھنے لگا۔

”باہر نکل نامرادو!“ بڑھیا نے گرج کر کہا: ”تیری وجہ سے میری جھونپڑی تباہ ہوئی۔ جا اور جا کر اس کی مرمت کر یا مرمت کے پیسے دے۔“

”میں کیا کرتا ماں جی!“ سانپ نے بڑی عاجزی سے کہا: ”مجھ پر ہزاروں لاکھوں چیونٹیوں نے خواہ مخواہ ہی ہلا بول دیا تھا۔ انھوں نے کاٹ کاٹ کر یہ ادھ حال کر دیا تھا کہ کیا بتاؤں۔ بس میں نے غصے میں آ کر بکرے کو کاٹ لیا۔ آخر مجھے اپنا غصہ کسی نہ کسی پر تو اتارنا ہی تھا۔“

اب بڑھیا چیونٹیوں کے قریب گئی اور سر دھجے میں بولی: ”لو چل کر میری جھونپڑی کی مرمت کرو یا مرمت کے پیسے دو، ورنہ میں کھولتا ہوں اپنی لاکر تم سب پر ڈال دوں گی اور یوں تمھارے مکانات ہی نہیں پوری آبادی ختم ہو جائے گی۔“

خوف سے چیونٹیاں کانپنے لگیں۔

”ایسا ظلم نہ کرو ماں جی! پہلے پوری بات سن لو۔ سارا قصور اس مرنے والے کا ہے جو تمھارے دائرے میں ایک ٹانگ پر کھڑا اذان دے رہا ہے۔ اسی بد بخت نے خواہ مخواہ ہمارے سارے مکانات تباہ کر دیے، حال آئی کہ ہماری اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ بس ہم نے اپنا غصہ سانپ پر اتار دیا۔“

اب بڑھیا دبے پاؤں مرنے کی طرف بڑھی اور قریب جا کر ایک ڈنڈا اسے بھی

مارا۔ مرغا اچھل کر کچھ دور بھاگ گیا: ”یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے بڑی بی! میں نے تمہیں کیا تکلیف دی تھی کہ خواہ مخواہ مجھے ڈنڈا مار دیا۔ لگتا ہے تمہارا دماغ چل گیا ہے۔“

”تیری وجہ سے میری جھونپڑی تباہ ہو گئی اور اُلٹا کہہ رہا ہے کہ میرا دماغ چل گیا ہے۔ اب سیدھی طرح چل کر میری جھونپڑی کی مرمت کر یا مرمت کے پیسے نکال۔“

”سنو بڑی بی! تمہاری جھونپڑی کی تباہی میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ سارا قصور اس آم کے درخت کا ہے۔ اس کے پوچھو کہ اس نے ایک بڑا سا آم مجھے کھینچ کر کیوں مارا۔ میں نے آخر اس کا کیا بگاڑا تھا۔ اب لکھنؤ میں درخت سے جنگ تو نہ کر سکتا تھا، سو میں نے اپنا سارا قصہ چوٹیوں کے مکانات پر لٹا دیا۔“

اب بڑھیا نے درخت سے کہا: ”تیری ایک شرارت کی وجہ سے حادثات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ اگر تو مرغی کی پیٹھ پر آم نہ پکاتا تو یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ آخر تجھے یہ سوچ بھی کیا تھی؟“

”میں نے وہ آم تیرے بیٹے کے سر پر پکایا تھا ماں جی! لیکن نشانہ خطا نہ ہو گیا اور آم قریب کھڑے مرغی کی پیٹھ پر گر گیا۔“ درخت نے جواب دیا۔

”میرے بیٹے کے سر پر، وہ کیوں؟“ بڑھیا نے حیرانی سے پوچھا۔

”اس لیے کہ میری نئی نوپلی شاخ کو تیرے بیٹے نے کاٹا تھا۔ وہ اچھا بھلا میرے سامنے میں بیٹھا اپنا چاقو تیز کر رہا تھا کہ اچانک پتا نہیں کیوں اسے فضا میں اچھال دیا جو میری شاخ کو کاٹا ہوا زمین پر گر گیا۔ وہ دیکھو تمہارا بیٹا آ رہا ہے اسی سے پوچھ لو۔“

بیٹے نے بڑھیا کے قریب پہنچ کر کہا: ”تم یہاں کیا کر رہی ہو اماں! جا کر جھونپڑی کی خبر لو، کسی نے اسے تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔“

بڑھیا نے غصے سے اسے بھی دو تین ڈنڈے مارے: ”بد بخت! جھونپڑی تیری وجہ

سے تباہ ہوئی ہے۔ اگر تُو اپنا چاقو پھینک کر درخت کی شاخ کو نہ کاٹا تو جھونپڑی تباہ نہ ہوتی۔ آخر تُو نے خواہ مخواہ اس شاخ کو کاٹا ہی کیوں تھا؟“

”میں نے جان بوجھ کر نہیں کاٹا ماں!“ لڑکا منہنا کر بولا: ”ایک بھونرا بڑی دیر سے مجھے تنگ کر رہا تھا۔ میں نے تو اسے مارنے کے لیے چاقو پھینکا تھا، جو غلطی سے درخت کی شاخ پر جا لگا۔ میں بھلا جان بوجھ کر کسی پھل دار درخت کی شاخ کو کیوں کاٹوں گا۔ میں اس غلطی پر بے حد شرمندہ ہوں۔“

”کہاں ہے وہ منحوس بھونرا، جو اس سارے فساد کی بڑبڑ ہے۔“ بڑھیا نے گرج کر کہا: ”جا اسے تلاش کر کے میرے سامنے لا۔“

لیکن بھونرا اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ بڑھیا کے سامنے آ کر اپنی صفائی پیش کرتا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر بڑھیا نے اسے بھی آدھ ڈنڈا مار دیا تو اس کا قیہ بن جائے گا۔ چنانچہ وہ پیوں کی آڑ لیتا ہوا چپکے سے جنگل سے اندر غائب ہو گیا۔

”من بے وقوف لڑکے!“ بڑھیا نے تھوڑی دیر بعد اپنے بیٹے سے کہا: ”بھونرا تو ملا نہیں۔ اب میں دوسرے نمبر پر تجھے قصور وار سمجھتی ہوں۔ اگر تُو نے اس پر چاقو پھینکنے کی بجائے جھوننا سا پتھر یا ڈھیلایا پھینکا ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی اور حادثات کا یہ سلسلہ ہرگز شروع نہ ہوتا۔ اپنی خیریت چاہتا ہے تو فوراً جھونپڑی کی مرمت شروع کر دے اور مدد کے لیے گاؤں سے اپنے دوستوں کو بھی بلا لے اور سن شام تک جھونپڑی بالکل تیار ہو جانی چاہیے۔“

ایندھن کے لیے خشک گٹڑیاں اور جھالیاں جمع کر کے بڑھیا شام کے وقت لوٹی تو جھونپڑی تیار ہو چکی تھی۔ اس کی مرمت میں باقی نے بھر پور مدد کی تھی۔

☆☆☆



# شیخ سعدی کی باتیں

## عالم اور وزیر

مصر میں دو امیر زادے رہتے تھے۔ ایک نے علم سیکھا، دوسرے نے مال جمع کیا۔ پہلا بڑا عالم بن گیا، دوسرا مصر کا وزیر بن گیا اور عالم کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اس نے کہا کہ میں نے حکومت حاصل کر لی اور تو حقیر فقیر ہی رہا۔ عالم نے جواب دیا کہ اے بھائی! اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر مجھے ادا کرنا چاہیے کہ اس نے مجھے پیغمبروں کا ورثہ یعنی علم عطا کیا۔ تجھے فرعون و ہامان کی میراث یعنی مال ملا، یعنی مصر کی حکومت۔

میں وہ چوہنی ہوں جس کو پیروں سے مل دیتے ہیں۔ وہ چوہنیں ہوں کہ لوگوں کو اپنے ذمہ سے رلاؤں۔ ان نعمت کا شکر میں کیسے ادا کروں کہ مجھ میں لوگوں کو آزار اور تکلیف پہنچانے کی طاقت نہیں ہے۔

## سخاوت اور بہادری

ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ سخاوت اور بہادری میں کون سی چیز بہتر ہے۔ اس حکیم نے جواب دیا: ”جس میں سخاوت ہے اس کو بہادری کی ضرورت نہیں ہے۔“ بہرام گور کی قبر پر لکھا ہوا ہے کہ سخاوت کا ہاتھ طاقت و بازو سے بہتر ہے۔ حاتم طائی نہیں رہا، لیکن اس کا نام ہمیشہ نیکی میں مشہور رہے گا۔ مال کی زکوٰۃ نکال رہا، کیوں کہ جب مالی انگور کے بے کار شاخیں کاٹے پھینکتا ہے تو انگور زیادہ آتا ہے۔ ☆

## بیت بازی

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا ، پر یاد آتا ہے	پرانے زخم ابھی مندمل ہوئے بھی نہ تھے
وہ ہر اک بات پر کہتا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا	بنا یہ کس نے نئی وحشتوں کی ڈالی
شاعر: مرزا غالب	شاعر: فیض احمد فیض
پند: ارسلان اللہ خان، معیار آباد	پند: ایمان مانتو، لاہور
امید اچھی ، خیال اچھا رکھو	کوئی نہ دیکھے کہ بیڑ ہے سایہ دار کتنا
اکبر! اللہ پر بھروسہ رکھو	ہر اک سے کانٹے کو ہے بے قرار کتنا
شاعر: اکبر الہ آبادی	شاعر: احسن زیدی
پند: ذوالفقار علی بھٹو، کراچی	پند: ارسلان مرزا، کراچی
اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل	کوئی اس شہر میں آسپ صدا دیتا ہے
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا	جو دیا لے کے نکلتا ہیں ، بچھا دیتا ہے
شاعر: مجرم آبادی	شاعر: رضی الرحمن
پند: کوئلہ طرہ، علی، کراچی	پند: طلحہ سلیم، رحیم آباد، لاہور
مقا ان دنوں کی بات ہے فراہ	لبو پھولوں پہ ملنا چاہتا ہوں
بہت مکان کیچے اور لوگ بچے تھے	میں یوں موسم بدلنا چاہتا ہوں
شاعر: احمد فراہ	شاعر: الزام فیردز
پند: محسن شاہ، کراچی	پند: امین رضا، لاہور
دلوں کو جڑاتی ہے ، سلسلہ بناتی ہے	مری گرفت میں آ کر نگل گئی تتلی
ہر امتحاں میں صفا راستہ بناتی ہے	پروں کے رنگ مگر رہ گئے ہیں مٹھی میں
شاعر: انصار عادل	شاعر: عجب علی
پند: بہادر علی، کلاں، بلوچ، کلاں	پند: امیر بان، راتھ، کراچی
کون میرا شریک غم ہوگا	دل کے معاملوں میں کہاں معتبر نہیں
یہ جنوں خود بخود ہی کم ہوگا	بے معتبر نظر سے نظر کا کہا ہوا
شاعر: آفاق مدنی	شاعر: غریبہ ضی
پند: شاہد عابد، کراچی	پند: منیر، لاہور
آؤ چپ کی زبان میں ناصر	نہ جانے کون دعاؤں میں یاد رکھتا ہے فراز
اتنی باتیں کریں کہ تھک جائیں	تین ڈوبتا ہوں ، سمندر اُچھال دیتا ہے
شاعر: ناصر کامی	شاعر: امیر فراز
پند: ذین ناصر، لعل آباد	پند: ذہین، راتھ، کراچی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیئے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجئے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پھر وہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شامل کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شامل نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات غلطیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-۱۹ اپریل ۲۰۱۵ تک بمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ ملاحظہ و کاندہ پر بھی اپنا مکمل نام پتا بہت صاف لکھیں۔ اور ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

- ۱۔ حضرت موسیٰ کی امید کا ہمدردت ..... تھا۔ (زیچا - منورا - بلقیس)
- ۲۔ حضرت علیؑ کا کراچ حضرت فاطمہؑ سے ندرت کے ..... سال میں ہوا تھا۔ (دوسرے - تیسرے - چوتھے)
- ۳۔ اندلس میں بنی امیہ کے پہلے حکمران ..... تھے۔ (عبدالرحمن اول - مروان اول - معاویہ اول)
- ۴۔ گوادور ..... میں پاکستان کا حصہ بنا تھا۔ (۱۹۵۲ء - ۱۹۵۶ء - ۱۹۵۸ء)
- ۵۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی پہلی خاتون گورنر ..... تھیں۔ (رعنا لیاقت علی خاں - ڈاکٹر شمشاد اختر - سلیمہ لودھی)
- ۶۔ کراچی میں پاکستان سٹیل ملز کا سنگ بنیاد ..... نے رکھا تھا۔ (یعنی خان - ذوالفقار علی بھٹو - فیاض الحق)
- ۷۔ مشکو خان، قبائلی خان، راجا کوٹمان اور اویق پوتا، چنگیز خان کے ..... تھے۔ (بھائی - بیٹے - پوتے)
- ۸۔ مشہور ادیب جارج برنارڈ شا کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ..... میں ہوئی۔ (اسکاٹ لینڈ - آئر لینڈ - فن لینڈ)
- ۹۔ جنوری ۱۹۳۳ء میں ..... جرمنی کا جانشین بنا۔ (نپولین - بظہر - موسیوینی)
- ۱۰۔ پاکستان کے پہلے وزیر مواصلات ..... تھے۔ (راجا حفیظ علی - فضل الرحمن - سردار عبدالرب نشتر)
- ۱۱۔ کاسا بلا کا ..... کا ایک شہر ہے۔ (انڈونیشیا - لیبیا - مراکش)

- ۱۲۔ مشہور شاعر..... کا اصل نام فاروق احمد تھا۔ (فانی بدایونی - محشر بدایونی - فکیل بدایونی)
- ۱۳۔ ”طائوس“ عربی زبان میں..... کو کہتے ہیں۔ (مرفی - سور - کبوتر)
- ۱۴۔ پاکستان کا موجودہ آئین ۱۰..... ۱۹۷۳ء کو منظور ہوا تھا۔ (اپریل - مئی - جون)
- ۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے ”بھانجے چوری.....“۔ (جوتی - انگلی - ٹوپی)
- ۱۶۔ مرزا غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے۔  
بب توقع ہی اٹھ گئی غالب کیوں کسی کا..... کرے کوئی (آسرا - گلہ - شکوہ)

### کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۳۲ (اپریل ۲۰۱۵ء)

نام : .....

پتا : .....

.....

کوپن پر صاف صاف نام، پتہ لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لٹائیے میں  
اے اے کر دقت بعد رونہال، بعد روز اک خانہ کراہی ۶۰۰ء کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- اپریل ۲۰۱۵ء تک  
بمبئی مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کات کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

### کوپن برائے بلا عنوان انعامی کہانی (اپریل ۲۰۱۵ء)

عنوان : .....

نام : .....

پتا : .....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- اپریل ۲۰۱۵ء تک دفتر تک جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں  
گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کات کر کوپن سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکا دیں۔

اپریل ۲۰۱۵ء عیسوی

۱۰۳

ماہ نامہ ہمدرد نوںہال



# صحی معلومات کی معیاری کتابیں

**حکیم محمد سعید کے طبی مشورے**  
 رشید حکیم محمد سعید عظیم طبیب اور مقبول ترین معالج تھے۔ انھوں نے  
 کارکنین ہمدرد نوبہال اور سرلیٹوں کے سوالات کے جواب میں بے شمار  
 بیماریوں کے علاج بتائے ہیں، جو مسعود احمد برکاتی نے اس کتاب میں بڑے سلیپے سے جمع اور مرتب کر دیے ہیں۔

لواں ایڈیشن

صفحات : ۳۴۴ قیمت : ۳۰۰ روپے

غذا اور صحت سے متعلق ایک عمدہ کتاب

**مفید غذائیں و دوائیں**  
 اس کتاب میں ۳۰۰ غذاؤں اور دواؤں کے خواص بیان کیے گئے ہیں، جن  
 میں طب مشرقی اور جدید طب، دونوں کی تحقیقات شامل ہیں۔

دسواں ایڈیشن

صفحات : ۲۴۰ قیمت : ۲۵۰ روپے

**اعضا بولتے ہیں**  
 نوبہالوں میں شہور صحت پیدا کرنے کے لیے یہ کتاب آسان زبان میں اور دل چسپ  
 ہے۔ انسان کے مختلف اعضا کیا خدمات انجام دیتے ہیں، کس جگہ ہوتے ہیں، انھیں  
 کون کون سی بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں اور ان کا علاج کیا ہے؟ یہ سب معلومات ہمیں اعضا اپنے بارے میں خود  
 بیان کرتے ہیں۔ اعضا کی رنگین تصاویر کے ساتھ یہ کتاب طالب علموں کے لیے خاص طور پر نہایت مفید ہے۔

صفحات : ۱۴۲ قیمت : ۱۰۰ روپے

**پھل بولتے ہیں**  
 پھلوں کے بارے میں مفید معلومات، نوبہالوں کی زبانی بیان کی گئی ہیں۔ ایک  
 دل چسپ کتاب جو بچوں اور بڑوں کو پھلوں کے خواص بتانے کے ساتھ ساتھ پھل  
 کھانے کا شوق بھی پیدا کرتی ہے۔

سید رشید الدین امجدی مقبول کتاب پھلوں کی رنگین تصاویر کے ساتھ

۴ گھواں ایڈیشن

صفحات : ۱۲۰ قیمت : ۱۷۵ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

## ننھا سہارا

جدون ادیب

اس دن میں نے خود کو بہت کم زور محسوس کیا جب تنگ دستی کے باوجود میرے بیٹے نے مجھ سے اپنے ہفتہ وار جیب خرچ کا تقاضا کیا۔ پچھلا ہفتہ بہت خراب گزرا تھا۔ کارخانوں میں گیس کی بندش کی وجہ سے کام بند تھا۔ میرا کام بھی ٹھیکے کا تھا یعنی جتنا کام کر لیتا، اتنی اجرت مل جاتی۔ کوئی تنخواہ یا گولی بندھی آمدنی نہ تھی۔ اگر کام مستقل چل رہا ہو تو خرچ کے علاوہ بچت بھی ہو جاتی تھی۔ میرا چھوٹا بیٹا تین سال کا تھا۔ ظاہر ہے وہ ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتا، مگر بڑا بیٹا پارس چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا اور دوسرے بچوں کے مقابلے میں ذہین اور سمجھ دار تھا۔ گھر کے حالات اس کے سامنے تھے۔ اس دن جب اس نے معمول کے مطابق اپنا ہفتہ وار خرچ مانگا تو مجھے ہمت ہوئی، بلکہ دکھ ہوا کہ میرا سمجھ دار بیٹا گھر کے خراب حالات کو محسوس نہیں کر رہا۔ میں جو یہ سوچا کرتا تھا کہ پارس بڑا ہو کر میرا دوست و بازو بنے گا، مگر سچی بات ہے اس دن مجھے لگا کہ میں اکیلا ہوں اور مرتے دم تک مجھے روزگار کے لیے جدوجہد کرنا پڑے گی۔ میں نے ٹھیکیدار سے دو دن پہلے ہزار روپے ایندوانس لیے تھے۔ میں نے جیب سے سوکانوٹ نکال کر پارس کی طرف بڑھایا تو اس نے ایک دم سے نوٹ لے لیا۔ اس کی آنکھیں میچنے لگیں اور وہ بولا: ”پاپا! زندہ باد، مجھے پتا ہے، آپ کے پاس پیسے کم ہیں، لیکن جب بالکل نہیں ہوں گے تو میں آپ سے پیسے کبھی نہیں مانگوں گا۔“

”جب تک ہیں، لے لیا کرو۔“ میں نے بے دلی سے کہا۔

اگلے دن اور مشکل میں گزرے۔ ٹھیکیدار خود مالی مشکلات کا شکار تھا، اس لیے ایک دن دو چپکے سے غائب ہو گیا۔ اس نے اپنا موبائل فون بھی بند کر دیا۔ میرے گھر میں نوبت فاقوں تک آن پہنچی۔

میں اکیلا اس مشکل میں نہیں تھا۔ ہوا تھا۔ مجھ جیسے ہزاروں لوگوں کے چوہے ٹھنڈے ہو چکے تھے، جو فیکٹریوں میں کام کر رہے تھے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ گیس کا پریشر کم ہو چکا تھا۔ مزدور طبقہ سڑکوں پر نکل آیا۔ میں بھی اس احتجاج کا حصہ تھا۔ ہم اپنے حق کے لیے مظاہرے کرنے گئے۔ پھر ان مظاہروں میں تشدد ہوا، پولیس نے جلوس کو روکنے کی کوشش کی۔ مظاہرین مشتعل ہوئے تو پولیس ان پر ٹوٹ پڑی۔ مجھے اس کے بعد صرف اتنا یاد ہے کہ میرے سر پر ایک ڈنڈا پڑا ہے اور میں بے ہوش ہو کر سڑک پر گر پڑا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں اسپتال میں تھا۔ ان مظاہروں کے نتیجے میں ایک مزدور اتحاد وجود میں آیا تھا۔ وہی لوگ میرا علاج کروا رہے تھے۔ میرے سر کا زخم بہت گہرا تھا۔ مجھے مفتوں اسپتال میں رہنا تھا۔

میں سوچتا تھا کہ گھر کے اخراجات کس طرح پورے ہو رہے ہوں گے۔ ڈاکٹروں نے زیادہ ملاقاتوں اور بات چیت پر پابندی لگا رکھی تھی اور گھروالوں کو منع کیا تھا کہ مجھے پریشان نہ کریں۔ شاید اسی لیے میری بیوی اپنی پریشانیوں کا ذکر مجھ سے نہیں کرتی تھی۔ جب تین مہینے بعد مجھے اسپتال سے فارغ کیا گیا تو میں ایک

دوست کے ساتھ گھر آ گیا۔ اپنے بیوی بچوں کو میں حیران کرنا چاہتا تھا۔

جب میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میری بیوی گھر کے صحن میں سلائی مشین پر کام کر رہی ہے۔ مجھے بہت حیرت ہوئی۔ وہ اکثر کہا کرتی تھی کہ مجھے ایک سلائی مشین دلوا دیں، میں بچوں کے کپڑے سی کر کچھ پیسے کمالوں گی، مگر میں ہمیشہ منع کر دیتا تھا کہ ایک تو اتنے پیسے نہیں ہوتے تھے کہ مشین خرید سکیں اور دوسرے یہ کہ مجھے یہ بات پسند نہ تھی۔ اب جب کہ ایک بات ہو چکی تھی تو مجھے اتنی محسوس نہ ہوئی، مگر یہ ہوا کیسے؟ یہ جاننا ضروری تھا۔ میری اچانک آمد اور مکمل صحت یابی میرے گھر والوں کے لیے بہت خوشی کی خبر تھی۔ باتیں اتنی تھیں کہ ختم ہی نہیں ہو پا رہی تھیں۔ ایک دفعہ میں نے بیوی سے پوچھا بھی کہ یہ سلائی مشین کب اور کیسے لی، مگر وہ بالائی گئی۔ اسات کو کھانے کے بعد میرا بیٹا پارس بے فکر منہ میں سو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ سی تھی۔ میں نے سوالیہ انداز میں بیوی کی طرف دیکھا۔ وہ بولی: ”آپ دیکھ رہے ہیں میرے بچے کو.....“

”ہاں.....“ میں نے آہستگی سے کہا: ”مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی اولاد کی توقعات پوری نہ کر سکا۔ یہ اپنے ہفتہ وار خرچے کے لیے تو تمہیں بہت تنگ کرتا ہو گا!“

”نہیں!“ میری بیوی نے فخریہ لہجے میں کہا: ”آپ کے زخمی ہو جانے کے بعد اس نے مجھے بالکل تنگ نہیں کیا، بلکہ یہ اپنی عمر سے بڑا اور سمجھ دار نظر آنے لگا۔ آپ پوچھ رہے تھے نا کہ میں نے سلائی مشین کیسے لی! پیسے مجھے پارس نے دیے تھے۔“



”پارس نے؟“ میرے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں..... آپ اسے جو جیب خرچ دیتے تھے، وہ بالکل خرچ نہیں کرتا تھا۔ اس نے دو سال تک ایک روپیہ خرچ نہیں کیا۔ عیدی کے پیسے بھی جمع کرتا رہا۔ آخر ایک دن اس نے اپنی جمع پونجی میرے سامنے ڈھیر کر دی۔ تب مجھے پتا چلا کہ ہمارا بچہ کتنا سمجھ دار ہے۔ وہ گھر کے حالات سے باخبر تھا اور چپکے چپکے کسی بُرے وقت کے لیے پیسے جمع کر رہا تھا۔“

میری بیوی تفصیل سے بتائے جا رہی تھی اور میں ایک عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ پارس کو میرے حالات کا اندازہ نہیں ہے جب کہ درحقیقت وہ میرا دست و بازو جانتا تھا اور آخر اس نے اپنی عمر سے بڑھ کر اس بات کو ثابت کر دیا تھا۔

بیوی نے مزید بتایا: ”اس نے پارس کی جمع پونجی سے مشین لے لی۔ بازار سے سبزیوں کے ٹکڑے مل گئے، جن سے اس نے بچوں کے کپڑے تیار کر کے فروخت کرنے شروع کر دیے اور اس سے گھر کی گزر بسر بھی ہونے لگی ہے۔ اب میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے تیار کپڑوں کو ہفتہ وار بازار میں فروخت کیا کریں۔ مجھے اُمید ہے اللہ ہمیں اس کام میں بہت برکت دے گا۔“ میری بیوی نے فیصلہ سنا دیا۔

میری آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔ میں نے آہستگی سے اپنے بچے کے ماتھے پر پیار کیا۔ واقعی میرا بیٹا، میرا سہارا بن چکا تھا۔

☆☆☆

## آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد لو نہال شمار و فردری ۲۰۱۵ء  
کے بارے میں ہیں

● فردری ۲۰۱۵ء کے سرورق پر عید المرافع تو بے حد اچھا لگ رہا تھا، لیکن اس کا بیک گراؤ طبعی چپچے کا مصدر خاص نہیں لگا۔ جاگو جگاؤ اور کھلی بات ہمیشہ کی طرح اہمول موتی ہے۔ روشن خیالات اپنے نام کی طرح ہر طرف روشنی پھیلاتے ہیں۔ ”عظیم ماں“ میں آپ کی والدہ محترمہ کے بارے میں مضمون پڑھا۔ واقعی وہ سب کے لیے مہر و ضبط کا نمونہ تھیں۔ ”اہل کی مٹی“ ایک اچھا جواب تھی۔ ”صدر صاحب“ ایک حزا پر تحریر تھی۔ ”اپنا درد“ ایک سبق آموز تحریر تھی۔ ”چوڑہ چوڑا“ اور ”دو پچاڑو“ بھی اچھی تھیں۔ ”اصل ملاقات“ پڑھ کر سوچا کہ کاش! ہمارے ملک کے بادشاہ بھی ایسے ہو جاتے، لیکن پھر خیال آیا کہ بادشاہ یا صدر بھی ہمہ گیر نہیں ہوتے ہیں۔ خیر، اگر میں اس پر مضمون لکھنے بیٹھ جاؤں تو میرے لیے صفحات بھی کم پڑ جائیں گے۔ ویسے میں اس عنوان پر لکھوں گی نہیں۔ ”ملی گھر“ کچھ خاص نہیں تھا۔ ”نوبہاں مہروز“ میں سب کی ڈرائنگ اچھا ہے۔ کسی ایک کی تعریف کرنا دوسروں کے ساتھ زیادتی ہے۔ ”بلاتوان انعامی کہانی“ میں جن کی چالائی پر بہت غصہ آیا، لیکن غصے کو پی گئے۔ کیوں کہ غصہ ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ ”نوبہاں ادیب“ میں سب ہی کی کوششیں اچھی تھیں۔ ”جھوٹے نواب“ بھی سبق آموز تحریر تھی۔ ”انھی مٹی چڑیا“ کہانی

بھی زبردست تھی۔ انگل! اُس ہم کوئی کہانی سمجھیں تو وہ کتنے مہینے کے بعد چھپ جاتی ہے، اگر اشاعت کے قیام ہو تو انگل! سرورق کی تصویر بھیجے گا طریقہ بتاویں اور پلیز اپنی بھی کوئی تصویر نوبہاں میں شائع کر دیں۔ پلیز!۔  
عرشہ لویہ حسنا احمد، کراچی۔

کہانی میں جتنی ملاقات ہوئی ہے، اتنی ہی جلدی  
چھپ جاتی ہے۔ سرورق کے لیے پوسٹ  
کارڈ ساز کی تصویر بھیجی جا سکتی ہے۔

● فردری کا شمار پسند نہیں آیا۔ نعم اللہ کی کہانی ”اپنا درد“ اور ”جادو“ بسم کی بلاتوان کہانی کو اچھی کاوش قرار دے جاسکتا ہے۔ ”اہل کی مٹی“ ”صدر صاحب“ اور ”چوڑہ چوڑا“ درمیانے دست کی تحریریں تھیں۔ فضیلہ کا مضمون کی کہانی ”اصل ملاقات“ کا ہر تحریر متاثر نہ کر سکا۔ ”جھوٹے نواب“ میں بڑوں کی بے ادبی کا ٹھکانا ”بچوں کا غائب“ مہروز کے مطابق مضمون نہ ہوا۔ (نظم) ”مخیزی کی تک“ بلکہ نے اچھا پڑھا سو دیا۔ ”ریان سہیل“ اسلام آباد۔

● بلاتوان انعامی کہانی اور ”تعبیر“ بہت سبق آموز بنائیں تھیں۔ ”نظم“ نے سال کا پیغام ”بہت زبردست تھی۔ پلوشہ مریم، پشاور۔

● سب سے پہلے جاگو جگاؤ، پھر کھلی بات اور اس کے بعد روشن خیالات پڑھے۔ مضامین میں ایک عظیم ماں

(مسعود احمد برکاتی)، بچوں کا غالب (مسلم نئیائی) اچھے تھے۔ کہانیوں میں صدر صاحب، وطن کی مٹی اور مجھ نے نواب اچھی تھیں، البتہ بلا عنوان انعامی کہانی ناپ تھیں۔ محمد شاہ وزیب، بہادر پور۔

✽ فروری کا شمار لا جواب تھا، سرورق تمام شماروں سے باری لے گیا۔ صدر صاحب چوزہ چور اور بلا عنوان کہانیاں زبردست تھیں، جب کہ مضامین میں سب ہی اچھے تھے۔ جاگو چکاؤ، اور پہلی بات دو اہم سلسلے ہیں۔ ہنڈکھا ایک ڈانٹے وار سلسلہ ہے۔ نظمیں ”دنا“ اور ”کس کو کیا معلوم“ پسند آئیں۔ محمد افضل انصاری، چوہنگ مٹی۔

✽ فروری میں جاگو چکاؤ، پہلی بات دو اہم سلسلے ہیں۔ ہنڈکھا ایک ڈانٹے وار سلسلہ ہے۔ نظمیں ”دنا“ اور ”کس کو کیا معلوم“ پسند آئیں۔ محمد افضل انصاری، چوہنگ مٹی۔

✽ فروری کا شمار لا جواب تھا، سرورق تمام شماروں سے باری لے گیا۔ صدر صاحب چوزہ چور اور بلا عنوان کہانیاں زبردست تھیں، جب کہ مضامین میں سب ہی اچھے تھے۔ جاگو چکاؤ، اور پہلی بات دو اہم سلسلے ہیں۔ ہنڈکھا ایک ڈانٹے وار سلسلہ ہے۔ نظمیں ”دنا“ اور ”کس کو کیا معلوم“ پسند آئیں۔ محمد افضل انصاری، چوہنگ مٹی۔

✽ فروری کا شمار لا جواب تھا، سرورق تمام شماروں سے باری لے گیا۔ صدر صاحب چوزہ چور اور بلا عنوان کہانیاں زبردست تھیں، جب کہ مضامین میں سب ہی اچھے تھے۔ جاگو چکاؤ، اور پہلی بات دو اہم سلسلے ہیں۔ ہنڈکھا ایک ڈانٹے وار سلسلہ ہے۔ نظمیں ”دنا“ اور ”کس کو کیا معلوم“ پسند آئیں۔ محمد افضل انصاری، چوہنگ مٹی۔

طرح لا جواب تھیں۔ نسخی مٹی چڑیا، وطن کی مٹی، ملاوہ پیازہ جیسی کہانیاں شائع ہوتی چاہئیں۔ اصل طاقت بھی اچھی کاوش تھی۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر "ایک عظیم ماں" اچھی تھی۔ حامد، آسیہ، عافیہ مذہبیرہ عالیہ کراچی۔

✽ فردری کا شمارہ ناپ پڑھا۔ ہر ماہ کی طرح اس شمارے کی تمام تر تحریریں اچھی تھیں۔ ویسے تو نوہال میرا پسندیدہ رسالہ، لیکن میری خواہش ہے کہ اگر اس میں ایک اور چیز کا اضافہ کر دیا جائے تو کیا ہی بات ہوگی۔ انگل میں چاہتی ہوں کہ آپ ہر ماہ (HOROSCOPE) اس رسالے میں شائع کیا کریں۔ بشری رانا میری کے۔

بنی اچھے آپ کے مشورے سے اتفاق نہیں ہے۔

✽ فردری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ صدر صاحب اور چوزہ چورچہ کر بہت ہی مزہ آیا۔ اصل طاقت۔ (نفیلہ ڈکامہ جسکی) وطن کی مٹی (محمد شاہ حفیظ) نسخی مٹی چڑیا اور چھوٹے نواب بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ بلا عنوان کہانی شمارے کی نمبروں اور سبق آموز کہانی تھی۔ بیت بازی کے تمام اشعار زبردست تھے۔ تمام کہانیاں بہت ہی اچھی لگیں۔ مہناز محمد رمضان مغل۔ نواب شاہ۔

✽ اس بار کا شمارہ بھی اچھا تھا۔ کہانیوں میں سے دہشت کی مٹی اور بلا عنوان کہانی پسند آئیں۔ اس بار لکھنے کچھ خاص نہیں لگے۔ نضیب مصری لعل آباد۔

✽ فردری کا جاگو جاگو اور پہلی بات اچھی لگی۔ روشن خیالات اور دعا بھی اچھی تھی۔ "ایک عظیم ماں" خوب صورت

تحریر تھی، جدول پراثر گئی۔ بچوں کا طالب، حضرت لقمان کی نصیحتیں، چوزہ چور، زبردست تحریریں تھیں اور ملاوہ پیازہ کے تو کیا کہئے۔ وطن کی مٹی، اپنا درد، اصل طاقت، جسو نے نواب اور بلا عنوان کہانی معطوفاتی اور دل کو چھو لینے والی کہانیاں تھیں۔ صدر صاحب پڑھ کر مٹی نہیں آئی۔ نوہال خبرنامہ معطوفاتی تھا۔ نظمیں تمام اچھی تھیں۔ "آئیے مصوری بیٹھیں۔" "بیتے میں مزہ آیا۔ ہندکپاش" چادل کے کہاب" پڑھ کر منہ میں پانی آ گیا۔ آپ لوگوں کی محنت وصول ہوگئی۔ امت، عاتقہ صفی، جگمگ معلوم۔

✽ فردری کا شمارہ لا جواب تھا۔ کہانیوں میں ایک عظیم ماں، وطن کی مٹی، صدر صاحب، جسو نے نواب اور چوزہ چور زبردست تھیں۔ نگہوں میں "کسی کو کیا معلوم" ناپ پڑھی۔ لطیفہ پسند آئے۔ حراسعد شاہ، خوشاب۔

✽ جلیں بات دل کو چھو لینے والی تھی۔ ایک عظیم ماں پڑھ کر بہت کچھ سیکھا۔ کہانیوں میں صدر صاحب، ملاوہ پیازہ، وطن کی مٹی، جسو نے نواب اور بلا عنوان کہانی اچھی تھیں۔ محمد فکیب مسرت، بہاولپور۔

✽ بلا عنوان کہانی سب سے بڑھ کر اچھی تھی۔ یہ ایک معاشرتی اور اصلاحی کہانی تھی۔ بیت بازی کے تمام اشعار بہت تھے۔ عمران، جگمگ۔

✽ فردری کے شمارے کی تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ تحریر ملاوہ پیازہ (نسرین شائین) پڑھنے سے پہلے اس کے نام پر ہی کافی دیر غور کرتا پڑا۔ پھر جیسے جیسے کہانی



بڑھتی گئی، بیٹنوں پر مسکراہٹ، گہری ہنسی گئی۔ باقی تمام کہانیاں مزے کی تھیں۔ خساء عامر، مدیرہ قازی خان۔

✽ فروری کا شمارہ سیریت تھا۔ ساری کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ ”عظیم ماں“ ”وطن کی مٹی“ ”اپنا درد“ بہت اچھی اور سبق آموز تھیں۔ ”بلا عنوان کہانی“ بھی اچھی تھی۔ مریم عبدالسلام شیخ نواب شاہ۔

✽ فروری کا شمارہ پڑھ کر بہت حزو آیا۔ بلا عنوان کہانی بہت اچھی تھی۔ آپ نے کرکٹ کھیلنے کا پورا شینڈل شائع کیا، بہت اچھا لگا۔ محمد شاہ حفیظ کی کہانی وطن کی مٹی بہت اچھی تھی۔ نونہال مصور میں محمد حسن خان کی تصویر زبردست تھی۔ حافظ محمد عادل نوید، مفیدہ، القراء، منہ، تحریم، مریم، کمالیہ۔

✽ فروری کا شمارہ کچھ ناٹک اور دلچسپ تھا۔ پڑھ کر بہت اچھا معلوم ہوا۔ تحریریں بہت ہی بہت کر تھیں، جو کسی رسالہ یا اخبار میں نہیں پڑھیں۔ اس شمارے میں عظیم ماں، اپنا درد، بھونے والے نواب، ملاوہ پنازہ کے علاوہ بلی گھر، ہنڈ کیا بہت اچھا رہا۔ حیران میں سب سے زیادہ اچھی اور مزے دار تو بلا عنوان انعامی کہانی رہی۔ انرج صدیقی، کورگی، کراچی۔

✽ فروری ۲۰۱۵ء کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ مجھے کرکٹ ورلڈ کپ کا شینڈل بول بہت اچھا لگا۔ ”مسد احمد صدیقی، کورگی۔ کراچی۔

✽ فروری ۲۰۱۵ء کا شمارہ تمام شماروں میں ادب کا بہت اچھا شمارہ تھا۔ احمد صدیقی، کراچی۔

✽ شمارہ فروری ۲۰۱۵ء بے حد پسند آیا، میں الف سے ی

تک۔ نونہال چمن لیتی ہوں۔ اس دفعہ سب سے اچھی کہانی چوزہ چور اور ملاوہ پنازہ تھیں۔ مریم صدیقی، کورگی، کراچی۔

✽ فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح سیریت تھا۔ بلا عنوان کہانی سب سے اچھی تھی۔ اس کے علاوہ ایک عظیم ماں، مسد صاحب، وطن کی مٹی اور بھونے والے بھی اچھی تھیں۔ عروج رانا، مرید کے، شیخوپورہ۔

✽ اس بار کی ساری کہانیاں ہمیشہ کی طرح ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ خاص طور پر وطن کی مٹی (محمد شاہ حفیظ) ایک عظیم ماں، مسد صاحب اور بھونے والے نواب۔ لوہس علی، کراچی۔

✽ فروری کا شمارہ بہت ہی خوب تھا۔ بلا عنوان انعامی کہانی بہت ہی اچھی تھی۔ باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ طوٹی جاوید انصاری، بہاولنگر۔

✽ فروری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی اچھی بات ضرور تھی۔ بلا عنوان انعامی کہانی بھی بہت عمدہ تھی۔ وطن کی مٹی، ایک عظیم ماں، مسد صاحب، ملاوہ پنازہ اور تمام کہانیاں بہت عمدہ تھیں، یعنی اس شمارے کی تمام کہانیاں، شینے اور نصیص سب کی سب ایک دوسرے سے بڑھ کر تھیں۔ فریحہ، قاضی، میرپور خاص۔

✽ اس بار کا نونہال بہترین تھا۔ سرور قی بھی بہت خوب صورت تھا۔ بلا عنوان انعامی کہانی ”بھونے والے“ اور مسد صاحب بہترین کہانیاں تھیں۔ عائشہ شہباز، ملیحہ شہباز، وجہہ شہباز، پورے والا۔

✽ فروری کے شمارے میں جاگو دیکاؤ میں نیک اور صراحت مستقیم

ہیں۔ محمد قمر الزمان، خوشاب۔

✽ فروری کا نونہال بہت زبردست تھا۔ تمام کہانیاں اسے دل تھیں، لپیٹے پڑھ کر بہت غمی آئی۔ میں ہمدرد نونہال رشتے کے بہن بھائیوں کو پڑھنے کے لیے دیتی ہوں، تاکہ ان کی بھی معلومات بڑھے۔ انگل! میں پرانے نونہال کیسے منکواؤں؟ نوال فاطمہ قریشی، جگہ نامعلوم۔

کتنے پرانے؟ زیادہ پرانے ہمارے پاس بھی نہیں ہیں۔ آپ نے خلا میں پتا بھی نہیں لکھا۔

✽ فروری کا شمار لاہور کا تھا۔ حضرت لقمان کی نصیحت بہت عمدہ تھی۔ ساری کہانیاں عمدہ تھیں۔ خاص طور پر وطن کی مٹی، صدر صاحب، اصل طاقت، بیعتوں انعامی کہانی، جھوٹے نواب وغیرہ کہانی "اپنا دوائے روئے" پر مجبور کر دیا۔ حافظ تحریم فاطمہ، حسان، عیدالستنان، انعام الرحیم، ملتان۔

✽ تازہ شمار ہاتھ میں آتے ہی دل بارغ بارغ ہو گیا۔ ساری کہانیاں اور نظمیں بہت اچھی تھیں۔ بلا عنوان کہانی سب سے بہترین تھی۔ مٹی گھر کے لپیٹے پڑھ کر مزہ نہیں آیا۔ محمد ادریس، ثروت الرحمن، پتہ نامعلوم۔

✽ فروری کے شمارے میں اپنی تحریر دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ شمارے کے ساتھ اتنی اچھی کتاب کا تحفہ بھی ملا، جسے پڑھ کر یوں لگا جیسے ہم نے بھی دہلی کی سیر کر لی ہو۔ فروری کے شمارے کی تمام تحریریں بے حد پسند آئیں۔ سیدہ مبینہ فاطمہ عابدی، پنڈواون خاں۔

کے راستے پر چلنے کا نظم دیا جا رہا تھا۔ پہلی بات حرف اول خاص تھی۔ دعا نظم بہت خوب تھی۔ "ایک عظیم ماں" زیادہ عظیم تھی۔ وطن کی مٹی "نہروں تھی۔ صدر صاحب پڑھ کر مصنفہ کی عظمت پر حیران ہوئے۔ کہانی بہت زبردست تھی۔ "اپنا دور" سبق آموز تحریر تھی۔ "چودہ چور" سیریت تھی۔ جھوٹ تو برائیوں کا دروازہ ہے۔ بلا عنوان انعامی کہانی پڑھ کر عورت کی بہت اور عقل پر آشکاش کراٹھے۔ اویسہ لارو اب شاہی۔

✽ روشن خیالات جو مختصر ہوتے ہیں، مگر دل میں اثر کر کے یاد رہ جاتے ہیں، ورلڈ کپ کا چارٹ دیا بہت اچھا کیا۔ اس میں دنیا کے سنے شہروں کا پتا چلا۔ ایک عظیم ماں، وطن کی مٹی اور بلا عنوان کہانی بہت اچھی لگیں۔ عیدالستنان اور انصاری، لاہور۔

✽ بہت خوب صورت خیالات، پیاری پیاری بات، عظیم صاحب کی نصیحتیں، نظمیں اور کہانیاں سب بہت دل چسپ ہوتی ہیں۔ لٹریچر بھی بہت اچھے تھے اور باقی سب سلیس بھی بیسے کی طرح لا جواب ہے۔ اس ماہ کی بہترین اور بہترین تحریر ایک عظیم ماں (مسعود احمد کاتی) تھی۔ بہادر علی حیدر بلوچ، کنڈیارو۔

✽ فروری کا شمار ہر طرح سے سچا ہوا تھا۔ نظم "ایک عظیم ماں، وطن کی مٹی، صدر صاحب، جھوٹے نواب اور بلا عنوان" بہت پسند آئیں۔ "چودہ چور" پڑھ کر کافی محکوظ ہوا۔ "اصل طاقت" بھی بہترین تھی۔ باقی تمام سلیس بھی آپ کی محنت سے بہت ہی خوب صورتی سے رواں دواں

## جوابات معلومات افزا - ۲۳۰

سوالات فروری ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئے تھے

فروری ۲۰۱۵ء میں معلومات افزا - ۲۳۰ کے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ صحیح جوابات بھیجے والے نوٹہالوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اس لیے قرعہ اندازی کر کے اس بار ۱۵ سے بڑھا کر ۲۵ نوٹہالوں کے نام نکالے گئے ہیں۔ ان سب نوٹہالوں کو انعامی کتاب بھیجی جا رہی ہے۔ باقی نوٹہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

- ۱۔ حضرت ایوب بہت زیادہ صبر کرنے والے مشہور ہیں۔
- ۲۔ حضور اکرمؐ کے پردادا کا نام جناب ہاشم تھا۔
- ۳۔ پاکستان کی ایک بڑی سیاسی جماعت پیپلز پارٹی ۱۹۹۷ء میں قائم ہوئی تھی۔
- ۴۔ پاکستان میں تیار کردہ پہلے ٹریکٹر کا نام باغبان ہے۔
- ۵۔ قائد اعظم کے مقبرے کا ملک بنیاد صدر ایوب خاں نے رکھا تھا۔
- ۶۔ ”عمر شمرزاد“ مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کے والد کا نام ہے۔
- ۷۔ ۱۴۳۶ء میں دہلی پر رضیہ سلطانہ کی حکومت قائم ہوئی۔
- ۸۔ ڈاکٹر احمد سوکار نو انڈونیشیا کے پہلے صدر تھے۔
- ۹۔ اردو کے دو مشہور شاعر اور ادیب شبنم تاجہ آزاد اور شوکت چاند محروم آپس میں باپ بیٹے تھے۔
- ۱۰۔ آسمانی برسات ستاروں کے جھرمٹ کو ڈب اکبر کہتے ہیں۔
- ۱۱۔ مشہور ڈراما نگار و فلم ٹیکسپیئر کا انتقال ۵۲ سال کی عمر میں ہوا تھا۔
- ۱۲۔ ”ANISEED“ انگریزی زبان میں سونف کو کہتے ہیں۔
- ۱۳۔ ”نور“ فارسی زبان میں گدھے کو کہتے ہیں۔
- ۱۴۔ داستان امیر حمزہ کے مصنف علی گڑھ کے تھے۔
- ۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: ”یہ سچا اور مسودہ والی“۔
- ۱۶۔ الطاف حسین حالی کے شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

ہم نہ کہتے تھے کہ حانی چپ رہو راست گوئی میں ہے رسوائی بہت

## قرع اندازی میں انعام پانے والے ۲۵ خوش قسمت نونہال

- ☆ کراچی: عاتکہ قیصر، محمد منزل شیخ، سید شہنشاہ علی انظہر، سیدہ سالکہ محبوب، سید عرفان علی جاوید، محمد طلحہ سلطان ششیر علی، علی حسن محمد نواز، رضوان ملک امان اللہ۔
- ☆ حیدرآباد: صبیحہ محمد عامر قائم خانی، مرزا اسفار بیگ، عاتکہ ایمین عبداللہ، نسرین فاطمہ۔
- ☆ لاہور: انشراح خالد بٹ، مطیع الرحمن، امتیاز علی ناز، پشاور: ہانیہ شہزاد۔
- ☆ میرپور خاص: فیروز احمد، ٹوبہ فیک سنگھ: سعیدہ کوثر مغنی۔
- ☆ نوشہرہ فیروز: ریان آصف خانزادہ، سکرٹ: صادقین ندیم خانزادہ۔
- ☆ گوجرانوالہ: امیل فاطمہ، ٹنڈو باکو: عثمان علی چشتی، سرگودھا: قاسم جاوید۔
- ☆ راولپنڈی: محمد ارسلان ساجد، اسلام آباد: جویریہ۔

## ۱۶ درست جوابات دینے والے کامیاب نونہال

- ☆ کراچی: آمنہ عمران خان، نعمہ تحریم، سید ہادی علی انظہر، سیدہ مریم محبوب، یوسف کریم، علیہا اختر، ایمین صدیقی، سیدہ جویریہ جاوید، عبدالرافع صدیقی، حسن شفیق، زہرہ شفیق، زہیرا احتشام، مہیرا حسین، محمد بلال مصطفیٰ قریشی، سید عمران حیدر، محمد فضل قیوم، محمد عبدالرحمن، محمد معین الدین غوری، محمد بلال بن عامر خان، محمد عثمان خان، جلال الدین اسد، احمد حسین، عمران گل آفریدی، محمد اختر حیات خان، صفی اللہ، بہادر، محمد احتشام شاہ، عمر حیات، احسن محمد اشرف، حیدر آباد: حیان کاشف، جویریہ اشتیاق، ممر بن حزب اللہ بلوچ، لاہور: صفی الرحمن، ٹنڈو باکو: شہزادہ اسماعیل، پشاور: امیر خان، ٹنڈو باکو: سرفراز احمد، حسن آرائین، میرپور خاص: بلال احمد، بے نظیر آباد: منور سید خانزادہ، خوشاب: محمد قمر الزمان، ساکھڑ: محمد ثاقب منصور۔

## ۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

- ☆ کراچی: سید فریدہ حسن، سید عالی قادر، سمیعہ توقیر، سیدہ اریہ بٹول، طاہر مقصود، سید اعظم مسعود، اسلام



آپاد: صفی اللہ عباسی، محمد ابو بکر اکھرل، راولپنڈی: رومیہ نصاب چوہان، صادق آباد: عبداللہ بخش، ص ۱۱۷  
 ملک: عارف ممتاز، خانوالہ: احمد ابراہیم حسن، لاہور: عبدالجبار رومی انصاری، چٹانگل: حفصہ کاسران  
 میر پور خاص: ہارق تین، انک: علی عبدالباسط، حافظہ مصعب سعید، کشمور: امجد فاروق کوسو، ملتان  
 : صائم، ہماوٹنگر: طوٹی جاوید انصاری، سکھر: سید وسیم، کاموگی: خدیجہ نشان، میٹرو حسین  
 حیدر آباد: محمد عاشر راسیل، نواب شاہ: سریم عبدالسلام شیخ۔

### ۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

کراچی: سید کنول، محمد عاصم باری، صفی اللہ، نصاب عباسی، محمد جہانگیر عباسی، جونہی، مہتمم عبدالصمد  
 سمون، کوئل، فاطمہ اللہ بخش، میر پور خاص: نضرا، محمد اکرم، ملاذیب اقبال، فریحہ فاطمہ، ملتان: کیش: حسن محمود  
 ٹیکسلا: کیش: محمد قاسم میر، حیدر آباد: شیر دنیا نثار، صبا سعید، لاہور: احمد حسن، ڈیرہ غازی خان: راشا  
 احمد، گوجران: محمد شہباز، کونڈ: نصاب بلوچ، ملتان: محمد حمزہ، لاہور: طیب جاوید، ملتان:  
 احمد عبداللہ، سکھر: بلز امیر، حاشمہ خالد قریشی، کاموگی: نفیسہ فاطمہ، تھری: حسن رضا سردار  
 راولپنڈی: نور فاطمہ، کوٹی: محمد ہوا، چغتائی، چٹانگل: مجاہد الرحمن۔

### ۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

کراچی: یعنی توقیر، صفی آسید، رضی اللہ خاں، فضل و دو خان، احمد رضا، ماریہ عبدالغفار، ملتان: نور الحسن  
 خوشاب: ثانیہ افضل، شہد اوپور: مسکان، فاطمہ محمد حسین، لاہور: محمد عالم۔

### ۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

ڈیرہ اسماعیل خان: سیدہ نصاب زیدی، فیصل آباد: صارم خالد حفیظ۔

### ۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

کراچی: میمون شاہد، سید علی رضا، غزینہ راشد، محمد شافع، شانزے عدنان انصاری، منصور احمد، سید علی انصاف  
 حسین، انک مٹی: محمد عباس، ملتان: حافظہ تحریم، فاطمہ، لاہور: نذر سعید، شیخوپورہ: محمد احسان الحسن۔

اپریل ۲۰۱۵ عیسوی

۱۱۶

ماہ نامہ ہمدرد نونہال

# بلا عنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال فروری ۲۰۱۵ء میں جناب جاوید بسام کی بلا عنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کرنے کے بعد تین بہترین عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو مختلف جگہوں سے ہمیں نونہالوں نے ارسال کیے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا عنوان : سفید خون : کراچی سے مہرا حسین نے،

دوسرا عنوان : اپنے ہوئے پرانے : حیدر آباد سے زرشتم عیم راؤ نے،

تیسرا عنوان : سانچ کو آج نہیں ملا ہوور سے عبدالبجبار رومی انصاری نے بھیجا ہے۔

نوٹ : یہی عنوان ڈیرہ غازی خان سے سیدہ ذبیحہ زیدی نے اور کراچی سے محمد احمد رضا خان نے بھی بھیجا تھا، جن کے درمیان قرعہ اندازی کی گئی۔

﴿ چند اور اچھے اچھے عنوانات ﴾

جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اور حق مل گیا۔ سچا وارث۔ جذبے کی جیت۔ ناکام سازش۔ حق کی فتح۔ اپنی سازش کا شکار۔ ناکام منصوبہ۔ حق بہ حق دار رسید۔ غاصب بھائی۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: فرزام انیس، مصامص شمشاد غوری، مفضل نایاب، میمونہ شاہد، کول فاطمہ اللہ بخش، فوزیہ عنبرین، محمد بلال مصطفیٰ قریشی، محمد معین الدین غوری، محمد فہد الرحمن، فضل قیوم

اپریل ۲۰۱۵ عیسوی

۱۱

ماہ نامہ ہمدرد نونہال

خان، احسن محمد اشرف، محمد بلال بن عامر، محمد طلحہ سلطان شمشیر علی، علی حسن محمد نواز، محمد عثمان خان، جلال الدین اسد، احمد حسین، کامران گل آفریدی، طاہر مقصود، محمد اختر حیات خان، صفی اللہ، بہادر، محمد احتشام شاہ فیصل خان، عمر حیات، رضوان ملک امان اللہ، احمد رضا، فضل وود خان، زبیر ذوالفقار، مہیر احسن، عریشہ بنت عبدالرحمن، ماہم عبدالصمد، اریبہ سلیم، عرشہ نوید حسنا، احمد، سیدہ اریبہ بتول، زہرا احتشام، عبدالودود، انعم صابر، رضی اللہ خان، محمد جہانگیر عباس جوئیہ، سید علی رضا، زہرا شفیق، ہانیہ شفیق، محمد احمد رضا خان، عمیمہ صدیقی، شبنم عائشہ، اسحاق بن ناصر، طلحہ بن عابد، عمار احمد صدیقی، اریبہ طاہر، رمشا صابر، رمیشہ زینب عمران حسین، اقراء خالدہ، قرۃ العین، مجتبیٰ حیدر زیدی، سیدہ فریدہ حسن، نعبہ بتول، عبدالرحمن قیصر، عبدالوہاب زاہد محمود، محمد شافع، محمد عاصم باری، اولیس علی، اسماء زبیب عباس، سمیعہ توقیر، حسن شہاب صدیقی، سیدہ جویریہ جاوید، سیدہ عفان علی جاوید، محمد شیراز انصاری، مہوش حسین، علینا اختر، سید شہنشاہ علی اظہر، سیدہ سنا کلمہ محبوب، سیدہ مریم محبوب، سیدہ باذل علی اظہر، صالحہ کریم، محمد مزل شیح، ناعمہ تحریم، محمد اولیس لطیف، صدف احمد، سندس آسیہ، آمنہ عمران خان، سید عمران حیدر کمالیہ: حافظ محمد عادل نوید ☆ حیدر آباد: صبا سعید، عمار بن حزب اللہ بلوچ، شیرونہ، فاطمہ خان، آفاق اللہ خان، مصیبہ محمد عامر قائم خانی، حیان کاشف، مرزا اسحاق بیگ، زرشت نعیم راؤ، عائشہ امین عبداللہ ☆ لاہور: محمد آصف جمال، امتیاز علی ناز، انشرح خالدہ بیٹ، ماجین صباحت، عبدالجبار رومی انصاری، عطیہ جلیل، مبشرہ معظم، احمد حسن ☆ اسلام آباد: ایان سنبیل، پرویز احمد، محمد ابو ہریرہ کھرل،

عبدالرحمن مغل ☆ ملتان : نوراعین ، عیشہ عاصم ، عبدالحنان ، امین فاطمہ ☆ نواب شاہ :  
 ایمان عائشہ مہناز محمد رمضان مغل ، مریم عبدالسلام شیخ ☆ کاموگی : نفیسہ فاطمہ قادری ،  
 خدیجہ نشان ، حسن رضا سردار ☆ خوشاب : محمد قمر الزمان ، عبدالاحد ☆ بہاولپور : محمد شکیب  
 مسرت ، عثمان غنی ☆ فیصل آباد : اداب نعمان ، نذیب عمر ☆ کوٹلی : سرفراز احمد ، حسن  
 آرائیں ☆ ہری پور : طیب جاوید ، شایان آصف خانزادہ ، ☆ سکھر : بشری محمد محمود شیخ ،  
 عائشہ محمد خالد شیخ ، فخر امیر ، سمیہ وسیم ☆ چانگل : محمد شایان اسماعیل ، مجاہد الرحمن ☆ انک :  
 سیدہ طیبہ ، اسماء عثمان ، نذیب عدیل ، محمد عباس ۔ ☆ میرپور خاص : حرا محمد احمد ، توقیر ، عدیل  
 احمد ، وقار احمد ، فریحہ فاطمہ ، سعیدہ ، مریم کھنیاں ☆ پشاور : حانیہ شیراز ، محمد حسان ، محمد  
 حذیفہ خان ☆ راولپنڈی : محمد علی بخش ، کنون لطیف ، محمد شہیر یاسر ، محمد حذیفہ اعظم ،  
 نور فاطمہ ☆ سرگودھ : کنول سعید خانزادہ ، حسینہ ندیم خانزادہ ، ☆ گوجرانولہ : محمد علی ، امین  
 فاطمہ ☆ ٹنڈو باکو : عثمان علی چشتی ☆ جھنگ : عمر عثمان حیدری ☆ ڈیرہ غازی خان : راشا  
 احمد ☆ شہدادپور : مسکان فاطمہ محمد حسین ☆ چکوال : عاطف ممتاز ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ : سعدیہ  
 کوثر مغل ☆ ڈیرہ اسماعیل خان : سیدہ زینہ زیدی ☆ بہاول نگر : طوبی جاوید ☆ ٹیکسلا : محمد  
 قاسم میر ☆ دیر لور : محمد احمد ☆ لاہور : محمد یاقوب ☆ آزاد کشمیر : زرفشاں بابر ☆ وہاڑی : بلجہ  
 شبناز ☆ کشمور : امجد فاروق کھوسو ☆ چارسدہ : رنڈا ظفر ☆ ساگھڑ : علیرہ ناز منصوری  
 ☆ کوٹہ : نذیب بلوچ ☆ شیخوپورہ : محمد احسان الحسن ، مروج رانا ☆ واہ کینٹ : محمد ہارون  
 آصف ☆ کنڈیاریو : بہادر علی حیدر گدانی بلوچ ☆ جام شورو : حافظ معصب سعید ۔ ☆



